قسط: 19

اعتبارِ وفا

نگہت سیما

یہ سچ ہے کہ محبت میں وقت کا وزن نہیں ہوتا۔۔۔ گفتگو کا وزن نہیں ہوتا، ہر طرف تو کیا دل و دماغ تک پر ایک بے وزن سی کیفیت محسوس ہوا کرتی ہے۔۔۔ کہ دل و دماغ کو کوئی دوسری بات سجھائی تک نہیں دیتی۔

ایسے حالات میں کسی بھی انسان کے پاؤں جمے نہیں رہتے اور وہ ہر وقت لڑھکتا رہتا ہے۔

مگر خود کو سنبھال کر متوازن رکھنا ہی محبت کا اصل پلیٹ فارم ہے۔۔۔ لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس بے وزنی کے اصول کو بھی محسوس کر لیا جائے۔۔۔ اور مان لیا جائے۔۔۔ کہ محبت کا اوّلین قانون اعتبار ہے۔۔۔ اور وفا کے غنچے وہیں کھلتے ہیں۔۔۔ جس گلشن میں اعتبار کا بیج بویا جاتا ہے۔

گلاب چہروں پہ دھول کتنی مسافتوں کی جمی ہوئی ہے
چراغ آنکھوں میں جانے کتنے سفر کے جالے تنے ہوئے ہیں
نہ چھاؤں جیسی کوئی کہانی نہ جلتی دھوپوں کا کوئی حصہ
کہاں کا ذکرِ سفر کہ پہلے قدم پہ ہم تو رکے ہوئے ہیں

Downloaded From
Paksociety.com
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ظفری کے لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ خدا بخش اور رواحہ کے بابا پر سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں عظام پر ٹھہر گئیں۔ عظام نے مڑ کر بابا کی طرف دیکھا جو ظفری کی آمد سے بے نیاز اپنے ہی کسی خیال میں گم سر جھکائے بیٹھے تھے۔

"اتفاق سے تمہارا ایک کلاس فیلو مارکیٹ میں مل گیا اس نے رواحہ کے ایکسیڈنٹ کا بتایا...... زیادہ سیریس ایکسیڈنٹ تو نہیں تھا اور اب کہاں ہے؟ کیسا ہے وہ...... اسے ہی دیکھنے آیا ہوں۔" لمحہ بھر عظام کو خاموشی سے دیکھنے کے بعد ظفری نے کہا۔

"ابھی تو آئی سی یو میں ہے۔" اپنے اندر امڈتے غصے پر بہ مشکل قابو پاتے ہوئے عظام نے جواب دیا۔ "لیکن ڈاکٹر کہتے ہیں انشاء اللہ جلد ریکور کرلے گا۔"

"کچھ معلوم ہوا حادثہ کیسے ہوا؟" ظفری کی نظریں عظام کو ٹٹول رہی تھیں۔ "تو کیا ظفری... یہ معلوم کرنے آیا ہے کہ ہم کس حد تک جانتے ہیں۔" عظام نے سوچا اور دل ہی دل میں اپنے پاپا کی سمجھداری کا قائل ہوتے ہوئے بظاہر نارمل لہجے میں بولا۔

"ہاں، رواحہ نے بتایا ہے کہ کسی نامعلوم موٹر سائیکل سوار نے اس وقت فائر کیا جب اس نے فون کرنے کے لیے گاڑی کی رفتار آہستہ کی تھی۔ گولیاں لگنے سے اس کے ہاتھ سے اسٹیرنگ چھوٹ گیا اور گاڑی فٹ پاتھ پر چڑھ کر درخت سے ٹکرا گئی۔"

"اوہ ویری سیڈ!" ظفری نے ہونٹ سکیڑے اور سوالیہ نظروں سے عظام کی طرف دیکھا۔ "کچھ اندازہ ہے کون تھا وہ؟"

"کون ہوسکتا ہے؟" عظام نے اپنے اندر کے کھولاؤ پر جیسے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے کاٹتی نظروں سے ظفری کو دیکھا...... لیکن اپنے لہجے کو نارمل ہی رکھا۔

"کبھی پہلے کسی کو پتا چلا ہے کہ کون خون کی ہولی کھیلتا ہے۔ ہر دوسرے تیسرے دن ہی تو سنتے ہیں کہ فلاں روڈ پر کوئی اسکوٹر سوار گولیاں چلاتا ہوا نکل گیا اور بے گناہ راہ گیر مارے گئے۔"

"اوہ ہاں...... یہ تو ہے۔" ظفری نے تائید کی۔

عظام کو لگا جیسے اس نے اطمینان بھری سانس لی ہو...... اگرچہ اس وقت اسے پاپا سے اختلاف ہوا تھا لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ پاپا نے صحیح کہا تھا وہ جو اتنی دیدہ دلیری سے یہاں تک چلا آیا تھا اگر رواحہ اس کے خلاف بیان دیتا تو وہ کچھ بھی کرسکتے تھے۔

"لگتا ہے اس ملک میں اب نہ تو کوئی قانون رہا ہے نہ انصاف...... دہشت گرد کھلے پھرتے ہیں، جان و مال کا تحفظ دینے والا کوئی نہیں۔ ہر روز خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے اور ہمارے صاحب اقتدار لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔"

وہ چند لمحے خالص سیاستدانوں کے انداز میں بولتا رہا۔ عظام نے دیکھا بابا اور خدا بخش بہت دھیان سے اسے سن رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

"کب تک روم میں شفٹ کریں گے رواحہ کو؟" اپنی بات مکمل کرکے اس نے لمحہ بھر توقف کیا اور پھر عظام سے پوچھا۔

"کچھ اندازہ نہیں۔" عظام اس کی گفتگو سے از حد بیزار ہوا تھا۔ اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے دوسروں پر تنقید کرنا کتنا آسان ہوتا ہے۔

"یہ رواحہ کے لیے ہے، میں پھر چکر لگاؤں گا۔" ظفری نے مڑ کر اپنے ساتھ آنے والے گارڈ سے پھولوں کا مہکتا گلدستہ لے کر اسٹول پر رکھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''یہ رواحہ کے بابا ہیں۔'' عظام کو خیال آیا کہ اس نے ابھی تک ان کا تعارف نہیں کروایا۔ شاید اسی لیے ظفری انہیں غور سے دیکھ رہا ہے۔

''اوہ...... ہاں......'' ظفری نے چونک کر اُن کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اور آگے بڑھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔

''بہت افسوس ہے سر اس حادثے کا۔''

''اللہ میرے بچے کو صحت و زندگی دے بیٹا اور ظلم کرنے والوں کو ہدایت دے جو یہ بھول چکے ہیں کہ آج وہ جو دوسروں کے ساتھ کر رہے ہیں کل اُن کے ساتھ بھی برا ہو سکتا ہے۔'' انہوں نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر ظفری کی طرف دیکھا۔

''برا ہوگا صاحب...... ضرور ہوگا' اللہ انہیں ضرور کیفرِ کردار تک پہنچائے گا انشاء اللہ......!'' خدا بخش نے بے اختیار کہا تو ظفری کے چہرے کا رنگ یک دم بدلا۔

''سر آپ نے مجھے پہچانا؟'' ظفری بابا کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''نہیں......'' انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''سر میں ظفر ہوں، ظفر سومرو...... ممتاز سومرو کا بیٹا۔''

''ظفر سومرو......'' انہوں نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

''سر میں نے ایک سال آپ سے پڑھا ہے فرسٹ ایئر میں سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے۔ ایک بار تاج بلوچ سے میرا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس کے بندے مجھے مار پیٹ کر چلے گئے تھے اور آپ مجھے اسپتال لے کر گئے تھے اور خون بھی دیا تھا۔''

''اوہ...... تو آپ ظفر ہیں، میں بالکل نہیں پہچان پایا۔ اس وقت تو دبلے پتلے سے تھے۔ کیا کر رہے ہیں آج کل...... ایک دم ہی پڑھائی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔'' بابا کے چہرے پر ایک پرانے شاگرد سے ملنے کی خوشی تھی۔

''بس سر کچھ خاندانی دشمنی کا مسئلہ تھا۔ میرے والد نے مجھے باہر بھجوا دیا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ سال باہر رہا پھر واپس آکر دوبارہ کسی اور کالج میں نئے سرے سے فرسٹ ایئر میں ایڈمیشن لیا، آج کل ماسٹر کر رہا ہوں فائنل ایئر میں ہوں۔ بزنس ایڈمنسٹریشن میں...... ایک بار آپ سے ملنے گیا تھا، باہر سے آنے کے بعد پتا چلا تھا کہ آپ کا کہیں اور ٹرانسفر ہو گیا ہے۔''

عظام نے محسوس کیا کہ بابا سے بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر وہ رعونت نہیں تھی جو کچھ دیر پہلے نظر آ رہی تھی۔

''بہت خوشی ہوئی ظفر بیٹا، اللہ آپ کو شاندار کامیابیاں عطا کرے اور آپ کو دوسروں کے لیے باعثِ راحت بنائے۔'' انہوں نے اسے دعا دی تو عظام نے ایک بار پھر ظفری کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا۔

''میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے سر......'' ظفری کا لہجہ مزید تبدیل ہوا تھا۔

''نہیں بیٹا بہت شکریہ...... سب لوگ ہیں اِدھر، عظام ہے، جواد ہے اور دوسرے دوست بھی آ جا رہے ہیں۔'' وہ بہت شفقت و محبت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''عظام کے والد بھی ہیں یہاں ڈاکٹرز بھی بہت اچھے ہیں۔ بس آپ میرے بیٹے کے لیے دعا کرنا اللہ اسے صحت و زندگی دے اور ہمیشہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے...... بیٹا ظفر رواحہ میرا اکلوتا بیٹا ہے، میری واحد پونجی......'' ان کی آواز بھرا گئی تھی۔

''انشاء اللہ سر...... آپ کے بیٹے کو کچھ نہیں ہوگا۔'' یکا یک وہ بہت اپ سیٹ نظر آنے لگا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''اگر کبھی کسی کام کے لیے میری ضرورت پڑے تو عظام کے پاس میرا نمبر ہوگا۔'' اس نے ذرا سا سر جھکایا۔
''جیتے رہو بیٹا اور اپنے والدین کا دل ٹھنڈا کرو......''
''اگر میں آپ کے کسی کام آسکا تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں نے یہ بات کبھی نہیں بھلائی اگر اس روز آپ مجھے اسپتال نہ لے کر جاتے تو شاید میں آج زندہ نہ ہوتا۔''
''بچانے والی ذات تو اللہ کی ہے بیٹا، وہ کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا دیتا۔ میں نہ ہوتا تو کوئی اور آجاتا کہ اللہ کو آپ کی زندگی منظور تھی۔''
''سوری سر!'' اس نے اپنا سر مزید جھکا لیا اور پھر تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔ انہوں نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا، وہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ اس نے سوری کس بات پر کیا تھا۔ پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے ہولے ہولے سے سر جھٹک کر انہوں نے عظام کی طرف دیکھا جو سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔
''یہ چند ماہ میرا شاگرد رہا، ذہین تو بہت تھا لیکن تھوڑا اکھڑ اور جھگڑالو تھا۔ مجھے اپنی ذہانت کی وجہ سے بہت پسند تھا۔'' عظام کا جی چاہا کہ وہ انہیں بتائے کہ یہ ہی ظفری ہے جو بلاوجہ ہی رواحہ کا دشمن ہو رہا ہے لیکن جس شفقت و محبت سے وہ اس کا ذکر کررہے تھے اور ان کی آنکھوں سے اس کے لیے جو پیار جھلک رہا تھا اس نے اسے کچھ کہنے سے روک دیا۔ جب اس نے اس کا نام لیتے ہوئے اس کی آمد پر حیرت کا اظہار کیا تھا تو شاید بابا نے نہیں سنا تھا۔
''بچے اتنے قصوروار نہیں ہوتے عظمی بیٹا...... وہ تو خام مال ہوتے ہیں بالکل کچی مٹی کی طرح...... جس سانچے میں چاہو ڈھال دو جو شکل دینا چاہو دے لو...... یہ والدین ہی ہوتے ہیں جو اُن کی تربیت صحیح نہیں کرتے، اپنے لاڈ پیار میں بگاڑ دیتے ہیں۔ یہ ظفر بھی اپنے والدین کے لاڈ سے کسی حد تک بگڑا ہوا تھا۔ امیر والدین کی اولاد تھا۔ ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتا تھا۔ ان دنوں اس کا نیا، نیا ہی ایڈمیشن ہوا تھا اس کا جھگڑا ایک سیکنڈ ایئر کے لڑکے سے ہوگیا...... وہ بھی کسی قبائلی سردار کا بیٹا تھا، اس نے اپنے بندوں سے ایک دن اسے پٹوایا اور زخمی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ مجھے اس روز کالج میں دیر ہوگئی تھی۔ باہر نکلا تو یہ پارکنگ میں زخمی حالت میں پڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور اسپتال لے گیا۔ اس کی حالت کافی خراب تھی کیونکہ بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ میرا بلڈ گروپ اتفاق سے مل گیا تھا سو فوری طور پر میں نے ہی خون دیا تھا۔ صحت مند ہونے کے بعد یہ زیادہ دن کالج نہیں آیا لیکن جتنے دن آتا رہا میری بہت عزت کرتا تھا۔'' انہوں نے تفصیل سے بتایا تو عظام نے ایک گہری سانس لے کر خدا بخش کی طرف دیکھا۔
''چاچا...... چائے تو اب ٹھنڈی ہوگئی ہوگی۔ آپ کینٹین سے قہوہ گرم کروا لائیں۔ میں جواد وغیرہ کو بلا کر لاتا ہوں۔''
وہ اور خدا بخش دونوں ہی ایک ساتھ باہر نکلے...... خدا بخش کینٹین کی طرف گیا تو وہ آئی سی یو کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

ایمل لاؤنج میں کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھی جب افنان لاؤنج میں داخل ہوا۔
''السلام علیکم ماما......'' وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
''پیاری ماما جانی کس سوچ میں گم ہیں؟'' اس کے قریب آکر تھوڑا سا اس کی طرف جھکتے ہوئے افنان نے کہا اور پھر اس کے قریب ہی صوفے پر ریلیکس انداز میں ٹانگیں تھوڑی سی پھیلا کر بیٹھ گیا۔
''کچھ نہیں...... بس ایسے ہی تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نمودار ہوئی۔
''سوری مام کچھ دیر ہوگئی، ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔ کھانا لگوائیں سخت بھوک لگی ہے۔ آپ لوگوں نے تو کھا لیا ہوگا۔''

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''نہیں، کسی نے نہیں کھایا ابھی تک۔''

''کیوں......؟'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔''میں نے رتی کو میسج کر تو دیا تھا کہ میں شاید لیٹ آؤں میرا انتظار نہ کریں اور آپ لوگ کھالیں۔ اب تو پانچ بجنے والے ہیں اور یہ رتی کہاں ہے۔ ہم لوگ کافی پینے جا رہے تھے تو مجھے ایک جگہ لگا تھا کہ رتی کی گاڑی گزری ہے لیکن نمبر نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس کا تو کوئی پروگرام نہیں تھا باہر جانے کا۔ شاید کسی اور کی ہی گاڑی ہوگی۔''

''ہاں ابھی تو گھر پر ہی ہے لیکن کچھ دیر کے لیے گئی تھی۔ کسی کلاس فیلو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اسپتال گئی تھی اور جب سے آئی ہے کمرے سے باہر نہیں نکلی، دوبارنازو کھانے کے لیے بلانے گئی تو اس نے منع کر دیا۔'' ایمل نے تفصیل سے بتایا تو وہ مسکرایا۔

''محترمہ اوپر سے بہت بہادر بنتی ہیں لیکن اندر سے یہ ذرا سا دل ہے اس کا۔ ایکسیڈنٹ سے اپ سیٹ ہو گئی ہو گی لیکن ماما پلیز آپ تو کھانا کھالیں، حالت دیکھی ہے اپنی کتنی کمزور ہو رہی ہیں۔'' اب وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔''جب سے نانا ابو کی ڈیتھ ہوئی ہے آپ نے اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔''

ڈیڈی کے ذکر پر ایمل کی آنکھیں نم ہو گئیں لیکن اس نے پلکیں جھپک کر اس نمی کو باہر آنے سے روکا۔

''رکھتی تو ہوں اپنا خیال......''

''نہیں، آپ بالکل بھی اپنا خیال نہیں رکھتیں۔'' اس نے ایمل کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف کیا اور پریشان سا ہو گیا۔

''مما کیا بات ہے، آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔ نانو تو ٹھیک ہیں ناں؟''

''ہاں ٹھیک ہیں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں پریشان نہیں ہوں بس ایسے ہی تم نے ڈیڈی کا نام لیا تو وہ یاد آ گئے۔'' لمحہ بھر کے لیے افنان خاموش ہو گیا وہ جانتا تھا کہ ایمل اپنے ڈیڈی سے بہت اٹیچڈ تھی اور ان کی اس طرح اچانک ڈیتھ سے ابھی تک اپ سیٹ ہے۔

''ماما موت ایک ایسی چیز ہے جس کے سامنے سب بے بس ہیں، ہر ایک نے اپنے وقت پر جانا ہے۔ آپ نانا ابو کے لیے دعا کیا کریں۔ اللہ ان کے درجات بلند کرے۔''

''آمین۔'' ایمل نے آہستگی سے کہا۔

''کبھی، کبھی میں سوچتا ہوں ہم نے نانا ابو کے ساتھ بہت کم وقت گزارا...... نانا ابو اور نانو دونوں ہی آپ کے اور ڈیڈی کے یہاں سیٹل ہو جانے سے اکیلے ہو گئے تھے۔ ڈیڈی کو وہاں ہی رہنا چاہیے تھا، ان کے ساتھ۔'' اس نے ایمل کے بازوؤں سے ہاتھ ہٹائے۔

ایمل خاموش رہی تھی یہ ایسا دکھ تھا جو اندر ہی اندر اسے کاٹتا رہتا تھا۔ اسے بابر سے سوائے اس ایک بات کے اور کوئی شکایت نہیں تھی۔

''نانو نے کہا تھا کہ وہ عدت کے بعد کراچی آئیں گی لیکن نہیں آئیں...... اور ڈیڈی نے بھی تو کہا تھا کہ وہ جلد ہی شفٹ ہو جائیں گے لیکن پھر دوبارہ انہوں نے ذکر نہیں کیا...... کیا ان کا ارادہ بدل گیا ہے؟''

''معلوم نہیں......'' ایمل، بابر کے ارادوں سے بے خبر تھی کیونکہ پھر دوبارہ بابر نے تذکرہ نہیں کیا تھا لاہور جانے کا بلکہ پچھلے دنوں تو اس کا موڈ کافی آف تھا۔

''میں سوچ رہا ہوں خود ہی کیوں نہ کسی روز نانو کو جا کر لے آؤں...... کیا خیال ہے؟'' افنان کھڑا ہو گیا۔

''شاید وہ نہ آئیں۔'' ایمل نے خیال ظاہر کیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”آپ بے فکر رہیں، میں منالوں گا نانو کو۔“ وہ مسکرایا۔ ”آپ جلدی سے کھانا لگوائیں، میں رتی کو دیکھتا ہوں۔ کیا کر رہی ہیں محترمہ......اور بڑی خوشبوئیں آرہی ہیں کچن سے کیا پکا ہے؟“ اس نے ناک سکیڑ کر خوشبو سونگھی۔

ایمل اسے کیا بتاتی کہ وہ تو صبح سے یونہی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ تب سے جب سے ارتقاع گھر سے گئی تھی نازو نے پوچھا تھا کہ کیا پکانا ہے اور اس نے کہہ دیا تھا کہ جو جی چاہے اپنی مرضی سے پکالو۔ یہ آج پھر ارتقاع نے کیا کہہ دیا تھا۔ اسے کہ اگر وہ اس کی سگی ماں ہوتیں تو... اس کا درد سمجھتیں۔ اس کی تکلیف محسوس کرتیں۔

اسے لگا تھا جیسے کسی نے تیز دھار خنجر اس کے دل میں اتار دیا ہو۔ اور اس تیز دھار خنجر کی تکلیف جیسے وہ اب بھی محسوس کر رہی تھی۔

”نازو بھئی جلدی سے کھانا لگاؤ۔“ اسے خاموش دیکھ کر افنان نے خود ہی نازو کو آواز دے کر کھانا لگانے کا کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ افنان کو منع کرنا چاہتی تھی کہ وہ ارتقاع کے پاس مت جائے۔ وہ جانتی تھی وہ کھانا نہیں کھائے گی۔ وہ اتنی ہی اپ سیٹ اور اداس تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ واپس آئی تھی۔ سوجی ہوئی آنکھیں، بھیگی پلکیں اور مسلسل رونے سے سرخ رخسار......اس کی حالت دیکھ کر وہ خود پریشان ہوگئی تھی۔ اور بھول گئی تھی کہ وہ ارتقاع سے خفا تھی۔ وہ اس کے منع کرنے کے باوجود چلی گئی تھی۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کی طرح بدگمان بھی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اسے سگی ماں ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

”ارتی بیٹا کیا ہوا۔ وہ لڑکا تو ٹھیک ہے ناں......؟“ ارتقاع کے گھر لوٹنے پر اس کی حالت دیکھ کر وہ بے اختیار کھڑی ہو کر پوچھ بیٹھی تھی لیکن ارتقاع نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا اور لاؤنج میں رکے بغیر نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

”کیا وہ بہت زخمی ہے، کیا اس کی حالت نازک ہے؟“ ایمل نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

”ہاں......“

ایمل نے رک کر اس کی طرف دیکھا تھا اور ارتقاع کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

”وہ آئی سی یو میں ہے ابھی۔“ یہ کہتے ہوئے آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک آئے تھے۔ ایمل نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگالیا اور ہولے ہولے تھپکنے لگی تھی۔ ارتقاع کو اس کا سہارا کیا ملا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

ایمل ہولے ہولے اسے تھپکتی رہی۔

”ریلیکس میری جان......حوصلہ۔“

”ماما پلیز......آپ اس کے لیے دعا کریں ناں وہ ٹھیک ہو جائے۔“ کچھ دیر بعد اس نے ایمل سے الگ ہوتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور ایمل تب سے لاؤنج میں پریشان سی بیٹھی تھی۔ یہ ارتقاع کس راستے پر چل نکلی تھی۔ اسے ہر صورت ارتقاع کو اس راستے پر آگے بڑھنے سے روکنا تھا......لیکن کیا وہ اسے روک پائے گی؟ کیا اس کے آنسو، اس کی بے قراری اور بے چینی اس بات کی غماز نہیں ہے کہ وہ پہلے ہی اس راستے پر بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ اس وقت کچھ کہنے اور سمجھانے کا فائدہ نہیں تھا۔ لیکن بعد میں بھی کیا وہ اسے سمجھا پائے گی کہ محبت کا سفر بیکار اور رائگاں ہے۔ اس سفر میں سوائے اذیتوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ محبت صرف کتابوں، کہانیوں اور افسانوں میں ہی خوب صورت لگتی ہے ورنہ یہ صرف ایک دھوکا اور فریب ہے۔ اور کیا وہ محبت کے اس فریب کو برداشت کر سکے گی۔ بابر نے جس طرح ہتھیلی کا چھالا بنا رکھا ہے وہ تو بکھر جائے گی......اور یہ لڑکا کیا خبر مدثر کی طرح ہی ہو لالچی، بدکردار، مجھے ہر صورت اسے سمجھانا ہے۔ لیکن میری بات وہ کہاں سنے گی...... بابر، صرف بابر ہی اسے سمجھا سکتا ہے۔ مجھے بابر سے ہی بات

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کرنا ہوگی اسے بتانا ہوگا تاکہ وہ یہاں ہی اسے روک لے۔ دل ہی دل میں فیصلہ کر کے وہ اٹھی اور کچن میں جھانک کر دیکھا...... نازو سالن ڈونگوں میں ڈال رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں ہی کھڑے ہو کر افنان اور ارتفاع کا انتظار کرنے لگی لیکن افنان کو اکیلے سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کر وہ ایک بار پھر مضطرب ہوگئی۔ ارتفاع اس لڑکے سے محبت کرتی ہے اب اس میں اسے شک نہیں تھا لیکن کیا وہ بابر کے سمجھانے پر سمجھ جائے گی؟ اسے بھی تو ممی نے کتنا سمجھایا تھا لیکن کیا اس نے ممی کی بات سمجھ لی تھی...... اور ڈیڈی نے بھی تو پہلے مدثر کے والد کو انکار کر دیا تھا لیکن پھر اس کی خوشی کی خاطر اور کیا ارتفاع بھی اس کی طرح......

اپنے اندر سے اٹھنے والے سوالوں سے گھبرا کر افنان کی طرف دیکھا جو اسے کچھ سنجیدہ اور خاموش سا لگا۔ حالانکہ جب وہ ارتفاع کی طرف جا رہا تھا تو اس کی آنکھوں میں شوخی اور شرارت تھی لیکن اب اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی لگتی تھیں۔

''وہ آرہی ہے منہ ہاتھ دھو کر۔'' اسے اپنی طرف تکتے پا کر اس نے بتایا اور ایمل ایک اطمینان بھری سانس لے کر افنان کے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ نازو نے کھانا لگا دیا تھا۔

''ماما یہ لڑکا جس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے کیا کبھی رتی نے اس کے متعلق آپ سے کوئی بات کی؟'' کرسی پر بیٹھتے ہوئے افنان نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا تھا لیکن ایمل چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''نہیں...... کیوں کیا ارفی نے تم سے کچھ کہا؟''

''وہ بہت اپ سیٹ ہے ماما۔'' افنان نے اپنی پلیٹ میں تھوڑا سا سلاد ڈالا۔

''ہوسکتا ہے اس نے بابر سے ذکر کیا ہو۔'' ایمل نے خیال ظاہر کیا۔

''بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں ماما جو لڑکیاں صرف اپنی ماؤں سے ہی شیئر کرسکتی ہیں۔''

''وہ مجھے اپنی ماں سمجھتی ہی کب ہے۔'' ایمل نے بہت دلگرفتگی سے سوچا...... اور افنان کی طرف دیکھا۔

''افنان تم اس لڑکے کے متعلق پتا کرنا کون ہے؟ کس خاندان کا ہے؟ رواحہ نام ہے اس کا۔'' افنان نے سر ہلایا اس کے ذہن میں کیا تھا، وہ کیا سوچ رہا تھا وہ اچھی طرح اندازہ لگا سکتی تھی۔ افنان کانٹے سے گاجر کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال رہا تھا وہ یونہی بے خیالی میں اسے دیکھے گئی۔

''کیا دیکھ رہی ہیں ماما؟'' افنان نے اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ چونکی۔ ''یونہی دیکھ رہی تھی تم ڈیڈی سے بہت مشابہ ہو......''

''رئیلی...... ماما......'' افنان خوش ہوا۔

''ہاں، ممی بھی کہتی ہیں کہ تم ڈیڈی کی جوانی کی تصویر ہو...... کبھی لاہور گئے تو تمہیں ان کی ینگ ایج کی تصاویر دکھاؤں گی۔''

''اور یہ بلی۔'' اس نے ہولے، ہولے چل کر آتی ہوئی ارتفاع کی طرف دیکھا۔ ''اس کی شکل کس پر گئی ہے آپ پر؟''

''کچھ تھوڑی بہت مشابہت تو ہے مجھ سے لیکن زیادہ......'' ایمل خاموش ہوگئی تھی۔ ارتفاع کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اب بھی اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔

''کیا پاپا پر ہے؟'' افنان نے شرارت سے سر دائیں بائیں کر کے اسے دیکھا۔

''کون...... بابر......؟'' غیر ارادی طور پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ارتفاع نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

''باپ پر نہیں تو ماں پر ہوگی شکل......'' ایمل نے اس کے لہجے میں چھپی تلخی کو شدت سے محسوس کیا۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ضروری تو نہیں کہ شکل ماں، باپ سے ہی ملتی ہو۔'' افنان نے خوشگوار لہجے میں کہا۔
''جیسے میری شکل نہ پاپا سے ملتی ہے نہ ماما سے بلکہ بقول ماما کے میں سارے کا سارا نانا ابو پر گیا ہوں۔''
ارتقاع نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور گلاس میں پانی ڈالنے لگی۔
''ہاں تم اپنے نانا ابو جیسے ہو۔'' ایمل نے تائید کی اور سوچنے لگی۔
''ارتقاع تو اپنے باپ کی ہی ہم شکل ہے، اس میں مدثر اور بابا جان کی بہت مشابہت ہے۔ بالکل مدثر جیسی آنکھیں اور پیشانی پر بائیں ابرو کے اوپر چھوٹا سا سیاہ تل......'' وہ کھوسی گئی۔ دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ کس قدر کٹھور تھا مدثر، اپنی بیٹی کے لیے بھی اس نے اپنا دل پتھر کرلیا تھا۔ کبھی مڑ کر اس کی خبر نہیں لی۔ کبھی پوچھا نہیں حالانکہ پہلے کتنا شور مچایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو لے کر جائے گا۔ اس کے پاس نہیں چھوڑے گا۔ اسے جتنی بچوں سے محبت تھی اور اپنے بچوں کے لیے جس طرح دیوانگی کا اظہار کرتا تھا، اس سے اسے خوف آتا تھا۔ ہر وقت دل کو دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ اسے چھین کر نہ لے جائے۔ وہ جب، جب بیٹی سے ملنے آیا وہ چھپ، چھپ کر دیکھتی تھی کہ وہ کتنی بے قراری سے اسے چومتا تھا۔
''ممی اسے منع کردیں......روکیں کسی طرح......وہ اس سے ملنے نہ آیا کرے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے چھین نہ لے۔'' اس نے ممی سے کہا تھا تو ممی نے اسے تسلی دی تھی۔
''وہ اس طرح اسے تم سے چھین کر نہیں لے جاسکتا تھا۔ لیکن ہم اسے اس کی اپنی ہی بچی سے ملنے سے نہیں روک سکتے۔ اس کا پورا حق ہے۔ تم ملنے نہیں دوگی تو یہ حق وہ بذریعہ عدالت حاصل کرلے گا۔ وہ باپ ہے ارتقاع کا......بیٹا ایک بار پھر سوچ لو ارتقاع کی خاطر......صلح کرلو......مرد کا کیا ہے ایما وہ تو......'' ممی نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے ممی کی بات کاٹ دی تھی۔
''نہیں ممی، میں کسی ایسے شخص کے ساتھ گزارہ نہیں کرسکتی جو بدکردار ہو، اگر وہ اپنی غلطی مان لیتا اپنے ہونے والے بچے کو اپنا نام دے دیتا، اس عورت سے نکاح کرلیتا تو شاید میں اسے معاف کردیتی۔ ارتقاع کی خاطر اور اس محبت کے صدقے میں جو میں نے اس سے کی لیکن اب نہیں ممی......اب اگر وہ ارتقاع سے ملنے آئے تو اسے صاف، صاف کہہ دیجیے گا کہ وہ مجھے طلاق دے، دے نہیں تو میں بذریعہ عدالت خلع لے لوں گی۔'' اس کا فیصلہ حتمی تھا۔ مدثر اور بابا جان کے اصرار کے باوجود وہ ان سے نہیں ملی تھی کیونکہ وہ ڈرتی تھی کہ کہیں بابا جان کے سامنے وہ کمزور نہ پڑ جائے اور پھر جب بابر نے اپنے وکیل کے ذریعے اسے طلاق کے مطالبے کا نوٹس بھجوایا تو اس نے اسے طلاق بھجوادی تھی۔ شرعی طریقے سے بذریعہ یونین کونسل اسے پہلی طلاق ملی تھی لیکن اس کے بعد بھی وہ اسے فون کرنے اور ملنے کی کوشش کرتا رہا۔ ممی اور ڈیڈی سے درخواست کرتا رہا کہ اب بھی وقت ان کے ہاتھوں میں ہے، وہ رجوع کرلے۔ بھلا دے اپنی بیٹی کی خاطر، پتا نہیں وہ کیوں اتنا خوش گمان تھا کہ شاید وہ اس کی اس حرکت کے بعد اس کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتی ہے۔ لیکن اس نے تو اپنے دل سے اس کی محبت حرفِ غلط کی طرح مٹادی تھی۔ وہ اس کا نام بھی نہیں لینا چاہتی تھی۔ نہ سننا چاہتی تھی۔ ایک روز اس نے بچوں کے لیے کی جانے والی ساری شاپنگ بھجوادی تھی۔ وہ نہیں لینا چاہتی تھی لیکن ممی نے سب کچھ خاموشی سے رکھ لیا تھا۔
''باپ ہے......بہت شوق سے سب کچھ خریدا تھا اس نے اور دل دکھے گا اس کا۔''
''تو اپنے اس ناجائز بچے کو بھجوادے۔'' بابر نے بھی کہا تھا۔
''منہ پر ماریں سب اس کے۔''
لیکن ممی نے کچھ بھی واپس نہیں بھجوایا تھا۔ ممی، ڈیڈی جو پہلے مدثر کے ساتھ اس کی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اب اس کے لیے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتے تھے اور یہ انہی دنوں کی بات تھی۔ پہلی طلاق کا نوٹس آئے پندرہ دن ہوئے تھے شاید...... جب ڈیڈی نے لندن جانے کا پروگرام بنالیا...... وہ سب برٹش پاسپورٹ رکھتے تھے۔ ممی کی پیدائش وہاں کی ہی تھی یوں ان کی وجہ سے ڈیڈی کو اور اسے بھی برٹش نیشنلٹی مل گئی تھی۔

دو تین بار پہلے بھی وہ وہاں جا چکی تھی۔ لندن میں ڈیڈی کا ایک ذاتی فلیٹ تھا جس کے ایک پورشن میں ڈیڈی کی ایک بیوہ کزن رہتی تھیں، اپنی تین بچیوں کے ساتھ، وہ جب بھی وہاں جاتے ان کا قیام ان کے ہاں ہی ہوتا تھا۔ فاطمہ پھپو بہت شفیق اور محبت کرنے والی خاتون تھیں...... ان کی بیٹی کی شادی وہاں ہی لندن میں کسی پاکستانی فیملی میں ہو رہی تھی اور ڈیڈی کو اس شادی میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ اور ان کا خیال تھا کہ اس وقت وہ جس دکھ سے گزر رہی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ماحول کچھ تبدیل ہو...... اور وہ تو خود ارتفاع کو مدثر کی نظروں سے دور لے جانا چاہتی تھی سو فوراً ہی تیار ہو گئی تھی۔ ماحول کی تبدیلی نے واقعی اس پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ ممی، ڈیڈی تو ایک ماہ بعد واپس آ گئے تھے لیکن فاطمہ پھپو نے اسے وہاں ہی روک لیا تھا...... ان دنوں اس کے اپنے ذہن میں بھی یہی تھا کہ اگر وہ یہاں ہی رہ جائے...... یہاں ہی جاب کر لے تو پھر مدثر اپنی بیٹی سے کبھی نہیں مل سکے گا سو وہ وہاں ہی رہ گئی تھی۔ پھر ممی نے بتایا کہ دوسری طلاق بھی آ گئی اور پھر تیسری بھی...... اس نے اپنی عدت وہاں ہی اپنے لندن والے فلیٹ میں گزاری تھی۔ فاطمہ پھپو کا ساتھ تھا اور ان کی دونوں بچیاں اپنے کالج اور جاب سے آ کر اسے اور ارتفاع کو کمپنی دیتی تھیں۔ عدت کے بعد اس نے جاب کا ارادہ کیا تو ڈیڈی نے سختی سے منع کر دیا اور اسے لینے آ گئے اور واپس آنے کے چند ہی دن بعد مدثر، ارتفاع سے ملنے آ گیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"اب وہ نہیں آئے گا بیٹی سے ملنے۔" بابر نے اسے دلاسہ دیا تھا۔

"اسے صرف تمہاری جائداد اور دولت سے دلچسپی تھی، اب یہ امید ختم ہو گئی ہے تو اسے بیٹی کی ضرورت نہیں رہی۔"

"نہیں، اسے بچوں سے بہت محبت تھی۔" اس نے بابر کی بات کی تردید کی تھی۔ "وہ پھر آئے گا ارتفاع سے ملنے اور پھر اسے لے جائے گا۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتا...... وہ عدالت میں بھی جائے تو بھی ماں سے اس کی بیٹی نہیں لے جا سکتا۔" بابر نے اسے یقین دلایا تھا اور بابر نے صحیح کہا تھا اس روز کے بعد وہ پھر کبھی ارتفاع سے ملنے نہیں آیا تھا۔

"اور یہ ارتفاع کے لیے اور تمہارے لیے اچھا ہے کہ وہ ارتفاع سے ملنے نہیں آیا۔ ورنہ سمجھدار ہونے پر ارتفاع ڈسٹرب ہو سکتی تھی۔"

اس روز وہ ارتفاع کا فراک تبدیل کر رہی تھی اور بابر اس کے بیڈ روم میں اس کی بک شیلف کے پاس کھڑا اس میں سے کتابیں نکال نکال کر دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی ارتفاع کو لینے آیا تھا۔ کبھی کبھار وہ اس وقت اسے پارک میں لے جاتا تھا اور ارتفاع بھی وہاں جا کر بہت خوش ہوتی تھی۔

ایک کتاب کی ورق گردانی کرتے، کرتے اس نے اچانک کہا اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ یہ اچھا ہے کہ مدثر اپنی بیٹی سے دستبردار ہو گیا ہے۔ وہ دوبارہ ملنے نہیں آیا۔ اس طرح ایک تو تمہاری ٹینشن ختم ہوئی ہے، دوسرا ارتفاع کے لیے ہر لحاظ سے اچھا ہے کہ اسے دو کشتیوں کا سوار نہیں بننا پڑے گا...... تمہاری دوسری شادی کی صورت میں تم اسے......"

"نہیں بابر بھائی مجھے شادی نہیں کرنی۔" اس نے بابر کی بات کاٹی تھی۔ "میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔"

"زندگی تنہا نہیں گزرتی ایمل...... اکیلے یہ سفر بہت مشکل ہو جائے گا۔ ہر مرد، مدثر نہیں ہوتا۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''اگر مدثر ایسا تھا تو پھر ہر مرد ایسا ہی ہوتا ہے بابر بھائی۔''
''ضروری تو نہیں ایمل، تم کسی کو آزما کر دیکھو اپنے لیے نہ سہی رتی کے لیے...... اسے باپ کی ضرورت ہوگی ہر قدم پر یہ باپ کی کمی کو محسوس کرے گی۔'' بابر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
''میں اپنی بیٹی کو باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گی۔''
''یہ اس کی فطری طلب ہوگی، تم صرف رتی کے لیے سوچو اور ماضی کو بھلا دو...... جو ہوا سو ہوا اُسے ایک حادثہ سمجھ کر قبول کرلو...... زندگی کسی ایک شخص پر ختم نہیں ہوتی...... اور نہ ہی یہ ساکت ہے...... زندگی ایک متحرک شے ہے اور زندگی کے اس سفر میں ہمیشہ سب کچھ ایک جیسا نہیں ہوتا...... غم، خوشی دکھ، مسرتیں...... سب اس سفر کا حصہ ہیں۔ زندگی کسی ایک فیز میں ٹھہر نہیں جاتی ایما...... ! اگر آج تمہیں دکھ ملا ہے تو کل خوشیاں بھی باہیں پھیلائے تمہارے راستے میں کھڑی ہوں گی۔ تم اپنی دنیا سے، اس غم سے باہر نکل کر تو دیکھو۔ محسوس تو کرو تمہارے راستوں میں کتنے پھول بچھے ہیں اور خوشیوں کی کتنی ہی کرنیں تمہیں چھونے کے لیے بے تاب ہیں۔ زندگی کا سفر اکیلے طے کرنا بہت مشکل ہے ایمل...... کسی ہمراہی کا ساتھ ہو تو یہ سفر آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔''

اور اس نے بابر کی ساری بات بہت حیرت سے سنی تھی۔ بابر نے کبھی اس سے اتنی لمبی بات نہیں کی تھی اور پہلے کبھی وہ اس طرح بلا جھجک اس کے کمرے میں بھی نہیں آیا تھا لیکن اب اکثر ارتقاع کو لینے آجاتا تھا کبھی سو رہی ہوتی تو دو چار باتیں کر کے چلا جاتا لیکن آج شاید وہ اسے قائل کرنے کا سوچ کر آیا تھا۔ شاید ممی نے کہا ہو اس نے سوچا اور ارتقاع کی آنکھوں میں سرمہ لگانے کے بعد اس نے پاس پڑا فیڈر اٹھا کر اس کی گرمائش کو ہاتھ لگا کر چیک کیا اور پھر ارتقاع کو گود میں لیتے ہوئے اس کے منہ میں ڈال کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں نہیں سمجھتی بابر بھائی کہ میرے لیے زندگی کا سفر اکیلے طے کرنا مشکل ہوگا...... اور پھر میں اکیلی کب ہوں، ممی ہیں، ڈیڈی ہیں اور رتی ہے۔''
''ممی، ڈیڈی ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ کسی نہ کسی موڑ پر تم اکیلی رہ جاؤ گی۔ تب کیسے سروائیو کرو گی؟'' اس کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھیں۔
''کیا مجھ سے پہلے کسی عورت کو اکیلے سروائیو نہیں کرنا پڑا...... میں کئی ایسی سنگل ویمن کو جانتی ہوں جنہوں نے تن تنہا اپنے بچوں کی پرورش کی جبکہ انہیں کوئی معاشی سپورٹ بھی نہیں تھی اور مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔''
''تمہاری بات ٹھیک ہے ایمل...... تم تنہا ایسی عورت نہیں ہو جسے اکیلے زندگی گزارنا پڑی ہو لیکن جانتی ہو ممی، ڈیڈی تمہارے لیے کتنے پریشان ہیں، تمہاری زندگی پر اُن کا بھی تو کچھ حق ہے اور ان کی خوشیاں تمہاری خوشیوں سے وابستہ ہیں۔'' وہ بڑے اطمینان سے بک شیلف سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔
''کیا شادی خوشیوں کی ضمانت ہے بابر بھائی؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے بابر کی طرف دیکھا تھا پھر خود ہی جواب دیا تھا۔
''نہیں بابر بھائی، شادی خوشیوں کی ضمانت نہیں ہوتی۔ اگر شادی خوشیوں کی ضمانت ہوتی تو میرے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔ مدثر کے ساتھ شادی کر کے میں بھی یہی سمجھی تھی کہ خوشیاں ہمیشہ ہاتھ باندھے میرے سامنے کنیزوں کی طرح کھڑی رہیں گی اور مدثر میری زندگی پر کسی معمولی سے غم کا سایہ بھی نہیں پڑنے دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شادی نے مجھے خوشیاں نہیں دیں بلکہ میرا محبتوں اور وفاؤں پر سے اعتبار ختم کر دیا...... یہ کاغذی رشتے کتنے ہی پائیدار ہوں ان کی بنیاد کتنی ہی شدید محبتوں پر رکھی گئی ہو یہ ناقابلِ اعتبار ہیں۔''
''یہ تمہاری غلط سوچ ہے ایمل۔'' وہ ابھی تک بک شیلف سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ ''اگر تمہارے لیے شادی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ایک تلخ تجربہ تھی تو ضروری نہیں کہ ہر ایک کے لیے یہ نا قابلِ اعتبار رشتہ ہو۔ ہر شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اگر دنیا میں چند لوگوں کو شادی راس نہیں آئی تو سیکڑوں لوگ بہت پُر مسرت اور آسودہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ممی، ڈیڈی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ کتنی آسودہ اور پُرسکون زندگی گزاری ہے انہوں نے' ہاں اب ہر وقت تمہاری زندگی کے اس المیے سے دکھی رہتے ہیں، کبھی ان کے چہروں کو غور سے دیکھنا...... انہیں خوش کرنے اور ان کے سکون اور اطمینان کے لیے ہی ایک بار کسی کو آزمانے میں کیا حرج ہے۔'' وہ شاید آج اسے ہر صورت قائل کرنا چاہتا تھا۔

''میں مزید کوئی تجربہ نہیں کرنا چاہتی بابر بھائی اس لیے مجھے کسی کو آزمانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں تلخی در آئی تھی۔ تمام زخموں کے منہ جیسے کھل گئے تھے اور اندر درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اور آنسوؤں کا سمندر ابلتا تھا۔ اس نے جتنی شدید محبت مدثر سے کی تھی اتنی ہی شدید نفرت بھی اس کے لیے محسوس کی تھی۔ وہ ان عورتوں میں سے نہیں تھی کہ جو شوہروں کی بدکرداری پر سمجھوتا کر لیتی ہیں...... وہ خود بہت صاف شفاف سوچ رکھنے والی پاکیزہ لڑکی تھی اور اسے ایسے ہی باکردار مرد کا ساتھ چاہیے تھا۔ بہت کم عرصے میں اس نے محبت اور نفرت دونوں کا ذائقہ چکھ لیا تھا۔ وہ سارے تجربات سے گزر چکی تھی اور اپنے دل میں مزید کوئی گنجائش نہیں پاتی تھی اور نہ ہی وہ منافقت کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا دل محبت سے خالی ہو گیا ہے۔ وہ ساری زندگی اب کسی سے محبت کر سکتی تھی اور نہ ہی کسی کی محبت پر اعتبار کر سکتی تھی۔

''ایمل میری باتوں پر غور کرنا، سوچنا...... ہوسکتا ہے کوئی ایسا شخص ہو جو تمہیں خوشیوں کی ضمانت دے سکے۔'' بابر نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ اسے قائل کر ہی لے گا۔ ایک مدھم سی مسکراہٹ ایمل کے لبوں پر نمودار ہوئی تھی۔

''ہوسکتا ہے بابر بھائی کوئی ایسا شخص ہو جو مجھے میری خوشیوں کی ضمانت دے لیکن ایسا کون ہوگا جو رتی کو سگے باپ جیسا پیار دے اور مجھے اب اپنے لیے خوشیوں کی چاہ نہیں رہی، میرے لیے صرف رتی کی خوشی اہم ہے۔'' اس نے اپنی طرف سے حتمی بات کی تھی۔

''اگر تم میرا یقین کرو تو میں......'' بابر نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا تھا۔ ''میں رتی کو باپ کا پیار دوں گا۔ اتنا کہ کبھی اس کو احساس نہیں ہوگا کہ میں اس کا سگا باپ نہیں ہوں...... وہ اب بھی مجھے بہت عزیز ہے۔ پھر مزید ہو جائے گی۔'' اس نے بے حد حیرت سے بابر کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اس کی نظروں کی تپش سے گڑبڑا کر نظریں جھکا لی تھیں۔ ممی نے چند ایک بار اشاروں میں دوسری شادی کی بات کی تھی لیکن کبھی بابر کا نام نہیں لیا تھا۔

''آپ کی ہمدردی کا بہت شکریہ بابر بھائی......'' اس کا لہجہ پھر تلخ ہوا تھا۔

''یہ ہمدردی نہیں ہے۔ ایما بخدا میں دل کی پوری رضامندی اور خوشی کے ساتھ تم سے تمہارے ساتھ کا سوال کر رہا ہوں۔'' وہ جیسے تڑپ کر شیلف کا سہارا چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

''پلیز ایما مثبت انداز میں سوچو...... روشنی کو اندر آنے دو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم مجھ سے ہی شادی کرو...... میں اگر تمہیں پسند نہیں ہوں تو کوئی بھی، کوئی دوسرا شخص تمہاری زندگی میں خوشیاں بکھیر سکتا ہے۔ میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔ ایک بار ممی، ڈیڈی تمہیں میری زندگی میں شامل کرنا چاہتے لیکن ہم سب کو تمہاری خوشی تب بھی عزیز تھی اور آج بھی ہمیں تمہاری خوشی ہر شے سے بڑھ کر ہے لیکن ایک بات کا یقین رکھنا کہ اس بار یہ صرف ممی، ڈیڈی کی خواہش نہیں ہے، میری چاہ بھی ہے۔''

اس نے ارتفاع کے منہ سے خالی فیڈر نکال کر اسے اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے تھپکی دے کر ڈکار دلوائی۔ اور پھر بنا کچھ کہے اسے بابر کی طرف بڑھا دیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"چندا پلیز میری بات پر غور کرنا۔"

"مجھے چندا مت کہیں، نفرت ہوگئی ہے مجھے اس نام سے...... ایمل کہا کریں مجھے...... پہلے بھی کہا تھا ناں میں نے آپ سے۔"

"آئی ایم سوری...... آئندہ خیال رکھوں گا۔" بابر نے ارتقاع کو گود میں لیتے ہوئے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا اس نے اسے سارا دن ڈسٹرب رکھا تھا۔ رات کو جب وہ بیڈ پر لیٹی تھی تو بابر کی کہی باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں۔ بابر نے ان چھ ماہ میں اس کا بہت ساتھ دیا تھا۔ ہر ہر لمحہ وہ جیسے اس کے ساتھ، ساتھ تھا۔ جب وہ بے ہوش ہوئی تھی تو وہی تھا جو اسے اسپتال لے کر گیا تھا۔ اس کے آپریشن کے اجازت نامے پر اس نے ہی دستخط کیے تھے۔ اس نے اسے مدثر کے بعد اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ جب ارتقاع کو حفاظتی ٹیکے لگنے تھے، جب وہ ملازمہ کی گود سے گر گئی تھی اور اس کا سر پھٹ گیا تھا جب اسے خسرہ نکلی تھی تو بابر ہی تھا جو اسپتالوں میں اس کے ساتھ چکر لگاتا رہا تھا۔ اسے بابر کے خلوص پر کوئی شک نہیں تھا۔ اور اب بابر کے لیے اس کی بلاوجہ کی ناپسندیدگی بھی باقی نہیں رہی تھی لیکن اس کے باوجود وہ بابر سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے دل میں بابر کے لیے کوئی جذبہ نہیں تھا، ہاں وہ اس کی ممنون ضرور تھی۔ احسان مند تھی لیکن محبت کے لیے اس کا دل بنجر ہو چکا تھا۔ اب وہاں کوئی کونپل نہیں پھوٹتی تھی، کوئی پھول نہیں کھلتا تھا۔ بے اعتباری کے زہر نے دل کی زمین کو گویا سیم اور تھور والی زمین میں بدل دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بابر جیسا مخلص شخص ساری زندگی ایک بنجر زمین میں پھول اگانے کی کوشش کرتا رہے لیکن ممی نے کہا تھا۔

"محرم رشتوں کے لیے محبت کا جذبہ خود بخود دل سے پھوٹتا ہے اور شادی کے بعد تمہارے دل میں خود بخود ہی بابر کی محبت پیدا ہو جائے گی۔"

اسے ممی کی بات سے اتفاق تھا یا نہیں لیکن وہ ممی کے اصرار اور ڈیڈی کی نظروں کی خاموش التجاؤں سے ہار گئی تھی...... عورت ہمیشہ کمزور ہوتی ہے چاہے وہ غریب اور متوسط طبقے کی معاشی بدحالی کا شکار عورت ہو یا اس کی طرح اونچے طبقے کی معاشی حالات سے بے نیاز عورت...... وہ بابر کی باتوں سے قائل نہیں ہوئی تھی لیکن ممی، ڈیڈی کے اداس اور غمزدہ چہروں کے سامنے ہار گئی تھی جو اس کی ہاں سے چمک اٹھے تھے۔ دونوں اس کی خوشیوں کے متعلق پُر یقین تھے۔ یوں جب ارتقاع صرف چھ ماہ کی تھی تو ایک سادہ سی تقریب میں اس کا بابر سے نکاح ہو گیا۔ اس کا دل کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ ہاں ممی، ڈیڈی کے مطمئن چہروں کو دیکھ کر وہ بھی مطمئن تھی کہ اس نے ان کا مان رکھا تھا۔ ایک بار انہوں نے اس کا مان رکھا تھا اور اس کی خوشی کو اپنی خواہش پر مقدم جانا تھا تو اب ایک بار اس نے ان کا مان رکھ لیا تھا۔ شادی کے فوراً بعد ہی ڈیڈی نے انہیں ہنی مون کے لیے باہر بھجوا دیا تھا۔ وہ نہیں جانا چاہتی تھی۔ زندگی اس کے اندر جیسے مر گئی تھی لیکن ممی نے کہا تھا کہ اس طرح تم دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملے گا۔ ممی چاہتی تھیں کہ وہ ارتقاع کو اپنے پاس ہی رکھ لیں لیکن بابر نے کہا تھا وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر جائیں گے اور بابر کی اس بات نے اس کے دل میں بابر کا احترام پیدا کیا تھا۔ اور یہ احترام اور عزت کبھی کم نہیں ہوئی تھی۔ بابر نے جو کہا تھا اسے ثابت بھی کر دیا تھا۔ اس نے ارتقاع کو بے تحاشا چاہا تھا اور اسے کبھی یہ احساس نہیں دلایا تھا کہ وہ اس کا سگا باپ نہیں ہے۔ حد سے زیادہ لاڈ پیار نے ارتقاع کو کسی حد تک بگاڑ دیا تھا۔ وہ اس کی بات کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ وہ جس بات سے منع کرتی بابر اسی کی اجازت دے دیتا تھا لیکن اب اتنے سالوں میں پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ اس سے کہیں غلطی ہوئی ہے...... ارتقاع کے باب میں۔ "کیا بابر سے شادی میری غلطی تھی؟" اس نے خود سے پوچھا۔

"ماما......!" افنان اچانک ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
"آپ کھانا نہیں کھا رہی ہیں جو ذرا سا سالن آپ نے اپنی پلیٹ میں ڈالا تھا وہ ایسے کا ایسا ہی پڑا ہوا ہے۔"
"مجھے بھوک نہیں ہے بیٹا...... بس تمہاری خاطر بیٹھ گئی تھی۔"
"کیوں ماما، صبح بھی آپ نے لائٹ سا ناشتا کیا تھا۔"
"پتا نہیں، بس جی نہیں چاہ رہا کچھ بھی کھانے کو۔" ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نمودار ہوئی اور اس نے ارتفاع کی طرف دیکھا جو یک دم کھڑی ہو گئی تھی۔
"ارے رتی! تم نے بھی بس دو لقمے ہی لیے ہیں۔ اکیلا میں ہی کھا رہا ہوں۔"
"بالکل بھی بھوک نہیں ہے مجھے...... تمہارے اصرار پر آ گئی تھی۔"
"ارے بھئی آج سب کی بھوک کیوں اڑ گئی ہے؟" افنان نے خوشگوار لہجے میں کہا لیکن ارتفاع نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور ڈائننگ روم سے نکل گئی...... ایمل اسے لاؤنج میں جاتے اور پھر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتی رہی۔ افنان بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔
"ماما رتی کے ساتھ کیا کوئی مسئلہ ہے، کسی کلاس فیلو کے حادثے پر پریشان ہونا فطری امر ہے لیکن اس حد تک اس کا اثر لینا...... آپ نے اس کی حالت پر غور نہیں کیا؟"
تو افنان بھی وہی محسوس کر رہا ہے جو اس نے محسوس کیا...... ایمل نے سوچا اور کھڑی ہو گئی۔
"تم جانتے تو ہو نا کہ وہ کتنی حساس اور نرم دل ہے۔" وہ نہیں چاہتی تھی کہ افنان، ارتفاع کے متعلق اس طرح کی کوئی بات سوچے...... وہ پہلے خود ارتفاع سے بات کرنا چاہتی تھی پھر افنان کو اس لڑکے کے متعلق معلومات لینے کو کہتی۔
"ہاں یہ تو ہے ماما، اپنی رتی کا دل بہت نرم ہے، کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔" افنان نے ٹشو پیپر کے ڈبے سے ٹشو نکالا اور ایمل، نازو کو آواز دیتی ہوئی ڈائننگ روم سے باہر نکل گئی۔ نازو کو کچن میں کھڑے، کھڑے کچھ ہدایات دیں اور اسے ٹیبل سمیٹ لینے کا کہہ کر باہر لاؤنج میں آئی ہی تھی کہ باہر بابر کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ وہاں ہی رک کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ بابر لاؤنج میں داخل ہوا اور ایمل پر ایک نظر ڈال کر گر نے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔
"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟" ایمل کو وہ کچھ تھکا، تھکا اور نڈھال سا لگا تو اس کے قریب آتے ہوئے ایمل نے پوچھا۔
"ہاں ٹھیک ہوں میں، تم نازو سے کہو ایک کپ چائے بنا دے مجھے اور تم خود ذرا میرا بریف کیس تیار کر دو، مجھے دو دن کے لیے لاہور جانا ہے۔ ایک گھنٹے بعد مجھے نکلنا ہے لاہور کے لیے۔"
"کیوں خیریت ہے؟ چند دن پہلے ہی تو آپ لاہور سے آئے ہیں۔"
"بزنس کے سو جھمیلے ہوتے ہیں ایمل بیگم لیکن تمہیں کیا خبر۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز در آیا تھا لیکن فوراً ہی اس نے اپنا لہجہ نرم کر لیا۔
"دراصل ایک صاحب ہیں لاہور میں، وہ میرے بزنس میں پیسہ لگانے میں انٹرسٹڈ ہیں، کافی بڑا اماؤنٹ لگانے کو تیار ہیں۔ سو انہی سے ملنا ہے، پارٹنر شپ کی شرائط وغیرہ بھی طے کر لیں گے اگر بات بن گئی تو۔"
ایمل کا جی چاہا کہ وہ اس سے کہے کسی سے پارٹنر شپ کرنے کی کیا ضرورت ہے میرے اکاؤنٹ میں اتنی رقم تو ہو گی کہ...... لیکن پھر اسے ممی کی تاکید یاد آ گئی کہ اب اسے بابر کو اس رقم سے کچھ نہیں دینا...... پہلے بھی وہ کافی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ناراض ہوئی تھیں کہ اس نے ان کے منع کرنے کے باوجود بابر کو رقم کیوں دی...... "اگر تمہارے ڈیڈی نے بابر کو تمہارے اکاؤنٹ میں موجود رقم کے متعلق بتانے سے منع کیا تھا تو یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی۔" بابر کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں۔ وہ شاید اپنی بات کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ آج بھی اتنی ہی دلکش اور خوب صورت تھی جتنی پہلے تھی بلکہ پہلے سے زیادہ باوقار اور پرکشش لگنے لگی تھی۔ نگاہیں آج بھی اس کے چہرے کی طرف اٹھتیں تو پھر وہاں ہی ٹھہر جاتیں۔ لیکن اس نے اپنے دل میں اس کے لیے کبھی کوئی محبت محسوس نہیں کی تھی۔ اتنا قریبی محرم رشتہ ہونے کے باوجود وہ اپنے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں پاتا اور اس کے بیٹے کی ماں بننے کے بعد بھی وہ دل سے اسے قبول نہیں کرسکا تھا۔ ایک بار اس نے اسے ٹھکرا کر مدثر کو اس پر ترجیح دی تھی سو اس کے دل نے اسے ہمیشہ کے لیے رد کردیا تھا۔ وہ منتقم مزاج تھا۔ یہ فطرت اسے ناصر نوید سے ورثے میں ملی تھی۔ وہ اپنی فطرت سے انحراف نہیں کرسکتا تھا۔ ناصر نوید نے بھی زندگی بھر اپنی بیوی کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ کرنل حامد اور ناصر نوید سیکنڈ کزن تھے اور ممی کے لیے دونوں کے پروپوزل اکٹھے ہی گئے تھے اور ممی نے کرنل حامد کے حق میں رائے دی۔ گو ناصر نوید کی شادی ممی کی بہن سے ہوگئی تھی لیکن ناصر نوید نے عمر بھر اس ٹھکرائے جانا کو بھلایا نہیں تھا اور اس کا انتقام ممی کی بہن کو تڑپا، ترسا کرلیا۔ اکثر راتیں کوٹھوں پر بسر ہوتیں اور پیسہ عیاشیوں میں اڑایا جاتا۔

لیکن بابر ایسا نہیں کرسکتا تھا اگر وہ ایمل کے ساتھ ایسا کرتا تو کرنل حامد اسے ایمل کی زندگی سے نکالنے میں ذرا دیر نہیں لگاتے اور جس مقصد کے لیے اس نے ایمل سے شادی کی تھی وہ مقصد حاصل نہ کرپاتا۔ اس نے عنبرین کی مدد سے مدثر کو ایمل کی زندگی سے نکال دیا تھا لیکن ابھی کئی مرحلے باقی تھے۔ جس میں سب سے پہلا مرحلہ تو ایمل سے شادی کرنا تھا جس کے متعلق وہ اسی فیصد پریقین تھا کہ وہ اس میں کامیاب رہے گا اور پھر مدثر کے ہونے والے بچوں سے نپٹنے کا مرحلہ آتا جو ایمل کی جائداد اور دولت میں حصے دار ہوتے۔ اس کا ذہن مختلف منصوبے بناتا اور انہیں ریجیکٹ کرتا رہتا تھا۔ ناصر نوید ہمیشہ اسے ٹھنڈا کر کے کھانے کی تلقین کرتے اور جلد بازی سے منع کرتے تھے لیکن کچھ کام خود بخود ہوجاتے ہیں۔ ایمل نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔ بیٹی اور بیٹا...... ایمل کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ بچے نرسری میں تھے۔ ممی، ڈیڈی جب سے اسلام آباد سے آئے تھے پریشان تھے۔ ممی تو آئی سی یو سے ایک منٹ کے لیے بھی باہر نہیں آئی تھیں...... اور ڈیڈی پہلے تو صدقے کے بکرے دیتے رہے اور پھر طبیعت خراب ہوئی تو ان کے ڈاکٹر نے انہیں ایڈمٹ کرلیا۔ وہ رات کو کچھ دوائیاں لینے کے لیے اسپتال سے باہر نکلا تھا۔ اور پھر میڈیکل اسٹور کی طرف جاتے ہوئے اسے وسیم نظر آگیا جو اپنے رکشے کے پاس کچھ پریشان سا کھڑا تھا ان دنوں اس نے نیا، نیا رکشا چلانا شروع کیا تھا۔

"ارے وسو......" وہ اسے کافی دنوں بعد دیکھ کر خوش ہوا۔ "کیسے ہو اور بتاؤ کام شام ٹھیک چل رہا ہے؟"

"کام شام تو ٹھیک ہی ہے، آپ سنائیں کیسے ہیں، شاہجہان بیگم کی طرف دو تین بار گیا تھا، آپ کو بہت یاد کررہی تھیں۔"

شاہجہان بیگم کے چوبارے پر وہ پہلی بار وسیم کے ساتھ ہی گیا تھا۔ اور اسے یہ نئی دنیا اچھی لگی تھی۔ ناچتی، تھرکتی گاتی ہوئی لڑکیاں...... اور بابر نوید پر نثار ہوتی شاہجہان بیگم...... اس نے بھی جی بھر کر پیسہ لٹایا تھا اور اس پہلی بار کے بعد بھی وہ تین چار بار گانا سننے گیا۔

ناصر نوید کو پتا چلا تو انہوں نے منع کردیا۔

"یہ تم نے کیا سلسلہ شروع کردیا ہے؟"

"میں صرف گانا سننے اور رقص دیکھنے گیا تھا۔" اسے ناصر نوید کی معلومات پر حیرت ہوئی تھی۔

''گانا سننے جاتے ہو یا رقص دیکھنے، کرنل صاحب کو ذرا بھی بھنک بھی پڑ گئی تو پھر دے دیا انہوں نے تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ......''

تب ابھی ایمل اور مدثر کی شادی نہیں ہوئی تھی اور وہ ایمل سے شادی کرنے میں انٹرسٹڈ تھا...... خوب صورت، دولت مند، ایجوکیٹڈ...... اس کے علاوہ اور کیا چاہیے تھا یوں اس نے شاہجہان بیگم کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا اگرچہ دو ایک بار وسیم نے نئی اور خوب صورت لڑکیوں کا لالچ بھی دیا لیکن اس نے وسیم کی بات پر کان نہیں دھرے تھے۔

''ایک نئی لڑکی آئی تھی اس کے پاس...... کیا آواز تھی لیکن مر گئی بیچاری اب تو مانو چوبارہ ویران ہی لگتا ہے۔ شاہجہان بیگم نے تو منت مان رکھی ہے کہ داتا دربار پر جا کر دیگ چڑھائے گی اگر کوئی اچھی لڑکی مل گئی۔'' اسے خاموش دیکھ کر وسیم نے تفصیل بتائی تھی۔

''لڑکیاں کیا آسمان سے ٹپکتی ہیں اس کے چوبارے میں؟'' اس نے یونہی کہہ دیا تھا۔

''بس صاحب آجاتی ہیں بھولی بھٹکی گھروں سے بھاگی ہوئی...... کبھی کبھار کوئی بیچ بھی جاتا ہے لڑکیوں کو۔'' اور وسیم کی بات سن کر یک دم اس کے شیطانی دماغ میں ایک خیال آیا تھا۔ اور اپنے اس خیال پر اس نے خود ہی خود کو داد دی۔ اور بغور وسیم کی طرف دیکھا۔

''یار وسیم ایک کام ہے تم سے۔'' دل ہی دل میں منصوبہ بناتے ہوئے اس نے وسیم سے کہا۔ جب سے اس کا تعلق وسیم سے بنا تھا وسیم نے اس کے ایک دو کام کیے تھے اور وہ جانتا تھا کہ وسیم پیسے کے عوض ہر کام کر دیتا ہے۔

''کام تو کر دوں گا صاحب پر اس وقت کچھ پریشانی ہے۔''

''کیا پریشانی ہے وسیم؟''

''کیا بتاؤں صاحب، آج وسیم کے ساتھ ہاتھ ہو گیا۔''

''کیا ہو گیا بھئی......؟''

''تقریباً گھنٹا بھر پہلے ایک سواری بیٹھی تھی رکشے میں...... پیچھے کہیں اتر گئی اور جاتے ہوئے نیچے ایک کپڑے میں اچھی طرح لپٹا ہوا مردہ بچہ چھوڑ گئی ہے۔ سیٹ کے پاس رکھ گئی۔ میں نے ذرا آگے جا کر یونہی پیچھے نظر ڈالی تو مجھے ایک گٹھڑی پڑی نظر آئی میں نے فوراً رکشا روک کر دیکھا اور میرے تو پسینے چھوٹ گئے...... میں تو سمجھا تھا کہ کوئی قیمتی سامان ہوگا تو موج ہو جائے گی جہاں وہ اتری تھی وہاں اتر کر ادھر اُدھر بہت تلاشا...... لیکن دو تین دن کا بچہ ہے اِدھر سے گزرا تو یہاں رک گیا کہ ذرا رات پڑے تو اسپتال کے آگے پیچھے کہیں پھینک کر جان چھڑاؤں......''

اور وہ جو وسیم کی بات بہت دھیان سے سن رہا تھا اس کے ذہن میں سازش کا پورا تانا بانا تیار ہو گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو خیال اس کے دل میں آیا تھا اسے بڑی تقویت ملی۔

''سنو وسیم......'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

''تمہیں ایک بچہ اٹھانا ہے، اسپتال کی نرسری میں اس وقت صرف دو بچے ہیں، ایک لڑکی، ایک لڑکا...... تمہیں لڑکی کو اٹھا کر شاہجہان کے چوبارے پر پہنچانا ہے...... اسے کہنا یہ بابر نوید کی طرف سے تحفہ قبول کرلو...... بچی بے انتہا خوب صورت ہے جوان ہو کر دھوم مچائے گی...... اور اس بچی کی جگہ یہ مردہ بچہ رکھ دینا۔''

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے، میں اسپتال سے بچہ کیسے اٹھاؤں گا...... اور پھر پتا نہیں یہ نوزائدہ مردہ بچہ لڑکی ہے یا لڑکا......؟'' وسیم متذبذب سا اسے دیکھنے لگا تھا۔

''اس کی تم فکر نہ کرو...... میں نے آگے کے متعلق سب سوچ لیا ہے۔'' بابر کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے جیب سے ہزار، ہزار کے چند نوٹ نکال کر وسیم کی طرف بڑھائے تھے۔

”فی الحال یہ رکھ لو۔“
اور پیسوں کی تو وسیم کو ہر وقت ضرورت رہتی تھی۔ اس نے پیسے لے کر جیب میں ڈالے اور بابر سے پوچھنے لگا کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے اور بابر اسے سمجھانے لگا تھا۔
”یہ چھوٹا سا اسپتال ہے، سیکورٹی کا زیادہ انتظام نہیں ہے۔ تم رکشا اندر پارکنگ میں لے آؤ اور کونے میں جدھر روشنی بہت کم ہے وہاں کھڑا کردو...... ذرا اور رات پڑنے دو، نرسری میں جس نرس کی ڈیوٹی ہے وہ اِدھر اُدھر ہوئی تو میں تمہیں بتادوں گا...... بلکہ تم ایسا کرنا کہ ایک بچے کے قریب تم اس بچے کو اٹھا کر وزیٹرز روم میں آکر بیٹھ جانا...... اب کسی کو کیا خبر کہ تم نے کسی مردہ بچے کو اٹھایا ہوا ہے یا زندہ کو...... کسی نے پوچھا بھی تو کہہ دینا کہ بچے کی طبیعت خراب ہے، ایمرجنسی میں دکھانے کے لیے لایا ہوں۔ اول تو یہاں کوئی کسی سے کچھ نہیں پوچھتا...... موقع ملتے ہی تم نرسری میں جا کر بچی کو اٹھالینا اور اسے اس کی جگہ لٹادینا۔“
”پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟“ وسیم نے پوچھا تھا۔
”میں نے کہا ہے ناں کہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کی تم فکر نہیں کرو۔“
اور پھر سب کچھ بہت آرام سے ہوگیا تھا۔ اس نے سسٹر کو نرسری سے نکل کر کینٹین کی طرف جاتے دیکھا تھا اور وسیم کو اشارہ کردیا تھا۔ وہ خود نرسری کے قریب ہی کاریڈور میں کھڑا رہا تھا۔ چند منٹوں بعد ہی وسیم چادر کے نیچے بچی کو چھپائے نرسری سے نکل آیا تھا اور وہ اس کے ساتھ، ساتھ چلنے لگا تھا...... وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اسپتال سے باہر نکل کر پارکنگ میں آگئے تھے۔ بابر نے احتیاطاً اسے اپنی گاڑی دے دی تھی۔
”رات کے ڈیڑھ بجے کہیں کوئی پولیس والا تمہارے رکشے کو نہ روک لے۔ سو گاڑی لے جاؤ۔ کام ہونے کے بعد اِدھر ہی پارکنگ میں کھڑی کردینا اور اپنا رکشا لے جانا...... اور گاڑی کی چابی گاڑی کے پیچھے دائیں طرف والے ٹائر کے پاس رکھ دینا۔“ سب کچھ بہت آسانی سے ہوگیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اس کے اندر ایک کمینی خوشی رقص کررہی تھی۔
”مسٹر مدثر حسن، میرے راستے میں آنے کا مزہ چکھو...... تمہاری بیٹی اب کوٹھے پر ناچے گی اور گائے گی تو وہ واپس اسپتال میں آگیا تھا۔ ڈیوٹی نرس ابھی تک کینٹین میں بیٹھی کسی میل نرس سے گپ شپ کررہی تھی۔ ایمل کی طبیعت پہلے سے زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر کوئی امید بھی نہیں دلا رہے تھے۔ وہ کبھی آئی سی یو میں جاتا، ممی کو تسلی دیتا اور کبھی نرسری کی طرف چکر لگاتا...... سسٹر وقفے، وقفے سے نرسری کا چکر لگالیتی تھی۔ صبح سے ذرا پہلے وہ بھی سسٹر کے ساتھ نرسری تک آیا تھا۔
”بچے ٹھیک ہیں ناں فیڈ وغیرہ لیا ہے؟“
”جی سر...... مزے سے سوتے رہے ہیں، ایک بے بی رویا تھا۔ میں نے فیڈ کروادیا تھا۔“
”کیا میں دیکھ سکتا ہوں انہیں۔“
”جی ضرور......!“ وہ سسٹر کے ساتھ ہی نرسری میں آیا تھا۔ ایک بچے کی کاٹ کے پاس رک کر اس نے جھک کر اسے دیکھا اور پھر دوسری کاٹ کے پاس آیا۔ اور پھر یک دم سیدھا ہوتے ہوئے سسٹر کی طرف دیکھا۔
”یہ...... یہ اسے کیا ہوا ہے؟“ مردہ بچے کا رنگ نیلا ہورہا تھا۔
”نہیں......“ سسٹر کو ایک نظر میں ہی اندازہ ہوگیا تھا۔
”یہ...... یہ کیسے؟“ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی۔
”میں ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر کو لے کر آتی ہوں۔“ وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ اس وقت وہ خود بھی گھبرا گیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

لیکن ڈاکٹر کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوا تھا وہ ینگ سی لڑکی تھی غالباً نیا، نیا ہاؤس جاب کر کے آئی تھی۔ اس نے چیک کیا اور اس کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔

''یہ تو ایکسپائر ہو چکا...... لیکن کیسے؟'' وہ مڑ کر نرس سے سوال کرنے لگی۔ بابر نے نرس کی آنکھوں میں لحہ بھر کے لیے حیرت ابھرتے ہوئے دیکھی تھی جب ڈاکٹر بچے کو چیک کر رہی تھی۔ جوں ہی ڈاکٹر سسٹر کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے فوراً ہی بے بی کو اٹھا لیا۔ وہ یوں بھی اچھی طرح گلابی رنگ کے فلالین کے کپڑے میں پیک تھا۔ جسے ڈاکٹر نے لوز کیا تھا...... اس نے پھر اسی کپڑے میں اچھی طرح لپیٹ لیا تھا۔

''آپ کہاں تھیں...... کب چیک کیا تھا اسے...... کیا اسے سانس کا پرابلم تھا۔ اس کی ڈیتھ کو تو کافی ٹائم ہو گیا ہے؟'' ڈاکٹر کے پے در پے سوالوں سے سسٹر گھبرا گئی تھی، وہ بھی ایک ینگ سی لڑکی ہی تھی۔ اس کی گھبراہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کو مخاطب کیا تھا۔

''ڈاکٹر پلیز...... مجھے اجازت دیں، میں بے بی کو اپنے گھر لے جاؤں...... کیوں، کہاں، کیسے اسے چھوڑ دیں، یہ اتنی ہی زندگی لے کر آیا تھا؟'' بابر نے آواز میں رقت پیدا کی تھی۔

''اللہ کی مرضی یہی تھی...... اور پلیز آپ سے درخواست ہے کہ جب تک میری سسٹر خطرے سے باہر نہیں آجاتی، ممی کو اور ان کو بچے کی ڈیتھ کے متعلق مت انفارم کریں۔ آپ نہیں جانتیں ڈیڈی انجائنا کے پیشنٹ ہیں اور اس وقت بیٹی کی سیریس کنڈیشن کی وجہ سے اسپتال میں ہیں...... میں آپ سے ریکویسٹ کرتا ہوں۔''

''لیکن......'' ڈاکٹر کچھ متذبذب سی تھی۔ ''آپ کی سسٹر کا کیس ڈاکٹر حمیدہ نے کیا ہے، وہ صبح آئیں گی۔ آپ کچھ دیر انتظار کر لیں تو...... دراصل ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کے بے بی کو اچانک......''

''پلیز...... ہم جان کر کیا کریں گے کہ بچہ کس مرض کا شکار ہوا...... اللہ کی رضا ہی تھی۔ ہمیں ان جھنجٹوں میں نہیں پڑنا...... ڈیوٹی پر آپ تھیں اور سسٹر تھیں...... بچے کو اچانک کیا ہوا باز پرس تو آپ سے ہی ہوگی۔ آپ کا کیریئر ابھی اسٹارٹ ہوا ہے...... پلیز ڈاکٹر حمیدہ سے میں خود بات کر لوں گا۔ اگر اجازت ہو تو میں بچے کو لے جاؤں؟'' ڈاکٹر اور سسٹر نے ایک ساتھ سر ہلایا تھا۔ اور وہ بچے کو لے کر باہر آ گیا تھا۔ گاڑی پارکنگ میں موجود تھی اس نے چابی اٹھائی اور صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں جب وہ بچہ گورکن کے حوالے کر رہا تھا۔

''اس بچے کی ماں موت و حیات کی کشمکش میں ہے، پلیز اس کے کفن دفن وغیرہ کا بندوبست کر دیں۔'' اس نے کچھ رقم گورکن کے حوالے کی تھی۔ ''میں زیادہ دیر رک نہیں سکتا...... اسپتال میں میری ضرورت ہوگی...... میں پھر چکر لگاتا ہوں۔ کرنل حامد میرے ڈیڈی ہیں۔''

اس نے گورکن کو گھر کا پتا سمجھایا تھا۔ گورکن اس کی شخصیت اور گاڑی سے کافی مرعوب ہو گیا تھا۔

اور جب وہ واپس اسپتال جا رہا تھا تو اسے خود حیرت ہو رہی تھی کہ سب کچھ کتنی آسانی سے ہو گیا تھا۔ یعنی کہ مسٹر مدثر حسن اور ایمل کی بیٹی شاہجہان بیگم کے چوبارے پر پہنچ چکی تھی۔

وہ واپس اسپتال پہنچا تو ایمل کی حالت بدستور تھی۔ اس کا بی پی نارمل نہیں ہو رہا تھا اور وہ ہوش میں نہیں تھی۔ ممی کو تسلی دے کر وہ آئی سی یو سے باہر آیا تو اسے ڈاکٹر حمیدہ مل گئیں۔ انہوں نے بار، بار بچے کی موت پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

''دونوں بچے بالکل نارمل تھے۔ کسی قسم کا کوئی پرابلم نہیں تھا پھر......''

''اللہ کی رضا یہی تھی ڈاکٹر آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ ممی سے ابھی ذکر مت کیجیے گا۔ وہ ایمل کی وجہ سے پہلے ہی پریشان ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں اس حالت میں دکھ پہنچاؤں۔'' اور ڈاکٹر حمیدہ نے سر ہلا دیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ چھوٹا سا پرائیویٹ اسپتال تھا گھر سے قریب ہونے کی وجہ سے وہ ایمل کو یہاں لے کر آیا تھا۔ ورنہ ایمل جس اسپتال میں چیک اپ کے لیے جایا کرتی تھی وہاں تو اس طرح کی کوشش ناممکن تھی...... اس کے لیے خود ہی راستے ہموار ہو گئے تھے...... وہ بے حد خوش تھا اور دل ہی دل میں خود کو شاباش دے رہا تھا کہ کیسا زبردست منصوبہ اس کے شاطر ذہن میں آیا تھا۔ وہ اس خوشی میں کینٹین میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ جب اس نے مین گیٹ پر وسیم کو دیکھا تھا...... دونوں کی نظریں ملیں اور وہ چائے پی کر باہر نکل آیا۔

''کیا بات ہے وسو، میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس طرف مت آنا اب۔''

''صاحب ایک غلطی ہو گئی ہے۔''

''پاپا آپ ایسا کیوں نہیں کرتے ماما کو بھی ساتھ لے جائیں۔ وہ نانو کے لیے اداس ہو رہی ہیں'' افنان نے ڈائننگ روم سے باہر آتے ہوئے کہا تو بابر نے چونک کر افنان کو اور پھر سیڑھیوں کی طرف جاتی ہوئی ایمل کو دیکھا جو افنان کی بات سن کر رک گئی تھی۔

''اتنی جلدی میں کیسے تیاری کر سکتی ہوں افی...... تمہارے پاپا تو گھنٹے تک نکلنے والے ہیں۔ اگر پہلے مجھے تمہارے پروگرام کا پتا ہوتو میں تیار ہو جاتی۔ ممی کے لیے میں واقعی بہت اداس ہوں۔''

''ہوں......'' بابر نے اس کی طرف دیکھا۔ ''مجھے خود اپنے پروگرام کا پتا نہیں تھا۔ خیر ایسا کرتے ہیں نیکسٹ ویک کو ہم سب چلتے ہیں۔ افنان اور رتی ہفتہ بھر کی چھٹی لے لیں گے ممی بھی خوش ہو جائیں گی...... کیوں افنان؟'' وہ افنان کی طرف متوجہ ہوا۔

''ٹھیک ہے پاپا لیکن میں اور رتی بس دو تین دن بعد واپس آ جائیں گے۔ ماما بے شک زیادہ دن رہ لیں۔''

ایمل کے چہرے پر خوشی کا تاثر ابھرا تھا اور اس نے افنان سے پوچھا۔

''کیوں، کیا تم دونوں کو چھٹی نہیں مل سکتی؟''

''چھٹی تو مل سکتی ہے، میں خود ہی پڑھائی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔''

''تو تم بس ایک ہفتے کی چھٹی لے لینا اور ارتقاع تو ویسے ہی کہہ رہی تھی کہ اسٹوڈنٹ ویک شروع ہونے والا ہے پڑھائی کم ہی ہو گی۔''

''جو حکم ڈیئر مدر کا۔''

افنان نے ذرا سا سر خم کرتے ہوئے شوخی سے کہا تو ایمل مسکراتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگی اور بابر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

عنبرین کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی اور آنسو بہت آہستگی سے اس کی آنکھوں کے گوشوں سے بہتے ہوئے تکیے میں جذب ہو رہے تھے اور اس کی آنکھوں کے سامنے بار، بار وہ آ رہی تھی۔ پیلے مایوں کے کپڑوں میں اس کا چہرہ بھی زرد، زرد لگ رہا تھا لیکن اس زردی میں حیا کے سارے رنگ گھلے ہوئے تھے، لمحہ بھر جیسے کسی تصور سے اس کی لانبی پلکیں لرزتیں اور رخساروں پر شفق سی بکھر جاتی۔ وہ گاڑی کے دروازے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی اور آپا سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کی اچانک ہی نظر آپا پر پڑی تھی، وہ آپا کو بلانا ہی چاہتی تھی کہ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آئی تھی اور آپا پر سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں اس پر ٹھہر گئی تھیں۔ وہ اس کی جوانی کی تصویر تھی۔ اس کے دل نے دھڑک، دھڑک کر اسے یقین دلایا تھا کہ یہ اس کی ہی بیٹی ہے۔ اماں کی زندگی تک تو آپا کی کوئی بیٹی نہ تھی اور نہ ہی چھوٹی کی اور اگر اماں کے بعد آپا کی کوئی بیٹی ہوئی بھی ہوگی تو وہ اتنی بڑی نہیں ہو گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ یک دم ہی انٹرنس کے قریب ایک بڑے سے آرائشی گملے کے پیچھے ہوگئی تھی اور وہاں سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔ آپا اسے کچھ کہہ رہی تھیں اور وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ پھر شاید آپا نے اس کی بات مان لی تھی اور وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی۔ اسے لگا تھا چمکتی دھوپ یک دم پھیکی پڑ گئی ہو...... کتنے سارے سال وہ اسے بھولی رہی تھی۔ اس نے کبھی اماں سے بھی اس کا حال نہیں پوچھا تھا لیکن اب چند سالوں سے وہ اسے دیکھنے کو تڑپ رہی تھی۔ ایک بار وہ اپنے پرانے محلے میں بھی گئی تھی۔ لیکن وہ لوگ وہ محلہ چھوڑ کر کہیں اور جا چکے تھے۔ آپا اب پارکنگ سے نکل کر انٹرنس کی طرف آ رہی تھیں۔ آپا کو بھی اس نے کتنے سالوں کے بعد دیکھا تھا۔ ان کی صحت اچھی ہوگئی تھی اور انہوں نے خاصا قیمتی لباس پہن رکھا تھا اور یہ گاڑی......

''شاید آپا کے تینوں بیٹے اچھا کما رہے ہوں گے جب ہی......'' وہ انہیں دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی اور جب وہ قریب آئیں تو اس نے ایک دم گملے پیچھے سے نکل کر آواز دی تھی۔

''آپا......'' وہ ٹھٹک کر رک گئی تھیں پھر اسے دیکھ کر لمحہ بھر کے لیے اُن کی آنکھوں میں حیرت نمودار ہوئی تھی اور پھر فوراً ہی رخ موڑ کر انہوں نے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

''آپا پلیز رکیں......ایک منٹ رک کر میری بات سنیں۔'' وہ تیز، تیز چلتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی۔

''اندر آ کر بات کرو عنبرین......'' آپا نے غیرارادی طور پر پیچھے مڑ کر گاڑی کی طرف دیکھا تھا۔ اور وہ ان کے ساتھ چلنے لگی تھی اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ اس بڑے مال کے فوڈ کورٹ میں آپا کے سامنے بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ اور وہ اسے دھیمی آواز میں تنبیہہ کر رہی تھیں۔

''یہ پبلک پلیس ہے عنبرین، بند کرو یہ رونا دھونا اور جو بات کرنی ہے جلدی کرو۔''

''آپا......وہ میری ہی بیٹی ہے ناں......؟''

''یہ کہاں بچیں کہ دل ہے''

نت نئے کرداروں کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتی پُراثر تحریروں

کی خالق اور...... ماہنامہ پاکیزہ کی دیرینہ ساتھی......

مایہ ناز مصنفہ

رفعت سراج

کے قلم کا ایک اور شاہکار

جلد ہی پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

''نہیں ہے وہ تمہاری بیٹی......'' آپا کے دھیمے لہجے میں سختی تھی۔
''تمہاری بیٹی ہوتی تو اسے یوں پھینک کر نہ جاتیں۔ میں نے اسے پالا پوسا ہے......وہ میری بیٹی ہے، مجھے ہی اپنی ماں سمجھتی ہے۔''
''آپا پلیز، میں مانتی ہوں میں نے غلطی کی لیکن ایک بار صرف ایک بار میں اس سے ملنا چاہتی ہوں، اسے سینے سے لگانا چاہتی ہوں۔'' اس نے یک دم ہی آپا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔
''خدا کے واسطے آپا ایک بار صرف ایک بار مجھے میری بیٹی سے ملنے دیں۔''
''دیکھو عنبرین اس وقت تم خود اسے چھوڑ کر گئی تھیں۔ کتنا سمجھایا تھا میں نے، اماں نے منتیں کیں......ہاتھ جوڑے لیکن تم پر تو امیر ہونے کا خبط سوار تھا، اس وقت تمہیں اپنی بیٹی نظر نہیں آرہی تھی۔'' ان کے لہجے میں نرمی آگئی تھی اور وہ تاسف سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
''وہ تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتی......تمہارے جانے کے کچھ عرصہ بعد ہی احمد علی دبئی چلا گیا تھا بعد میں وہ چھوٹی کو بھی لے گیا لیکن یہ میرے ساتھ بہت اٹیچڈ تھی۔ سو میں نے احمد علی سے اسے مانگ لیا۔ اسے یہی پتا ہے کہ اس کے ماں، باپ دبئی میں ہیں۔ یہ مجھے امی کہتی ہے...... جب یہ ذرا سمجھدار ہوئی تو ہم نے وہ محلہ چھوڑ دیا تھا...... اس لیے تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتی......اسے ڈسٹرب مت کرو......''
''میں ماں ہوں اس کی سگی ماں۔'' وہ تڑپی تھی۔ ''اپنی بچی سے ملنا چاہتی ہوں، حق ہے میرا۔''
''اچھا......!'' آپا کے لہجے میں پھر طنز در آیا تھا۔
''یہ اتنے سالوں بعد تمہیں یاد آیا کہ تم ماں ہو...... مائیں تو اولاد کی خاطر بڑی، بڑی تکالیف برداشت کر لیتی ہیں۔ اور تمہیں تو کوئی ایسی تکلیف بھی نہیں تھی۔ پھر بھی تم اپنی بیٹی کی خاطر سمجھوتا نہیں کر سکیں۔ بھول جاؤ اسے جیسے پہلے بھولی ہوئی تھیں اور اپنے بچوں پر توجہ دو۔''
''نہیں ہیں......میرے بچے......'' وہ پھر سسکنے لگی تھی۔ آپا لمحہ بھر تاسف سے اسے دیکھتی رہی تھیں۔
''کبھی، کبھی انسان کی ذرا سی لغزش اسے عمر بھر کے لیے پچھتاوے بخش دیتی ہے۔ اگر تم اللہ پر بھروسا رکھتیں۔ اپنی تقدیر پر شاکر ہو جاتیں تو اللہ تمہیں بھی محروم نہ رکھتا جو تمہاری تقدیر میں لکھا تھا وہ تو ہر صورت مل کر رہتا لیکن تم ہمیشہ سے بے صبری تھیں...... تم چاہتی تھیں کہ تمہاری ہر خواہش فوراً پوری ہو جائے...... آج احمد علی کا مصطفیٰ ٹاؤن میں ایک کنال کا اپنا گھر ہے۔ جسے اس نے کرائے پر چڑھا رکھا ہے خود بیوی بچوں کے ساتھ دبئی میں رہتا ہے، اللہ نے ہمیں بھی بہت نوازا ہے...... ہمارے پاس بھی گاڑی ہے، گھر ہے، تمہارا ایک بھانجا سعودی عرب میں ہے اور دوسرا آسٹریلیا چلا گیا ہے۔ اسٹوڈنٹ ویزے پر گیا تھا لیکن جاب بھی کر رہا ہے۔ اور چھوٹا باپ کے ساتھ کام کرتا ہے۔ تمہارے بہنوئی نے اپنا جنرل اسٹور بنا لیا ہے...... کاش تم نے صبر کیا ہوتا عنبرین تو تمہاری بیٹی تمہارے پاس ہوتی۔'' اور اس کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے تھے۔
ہاں اس نے غلط کیا تھا بہت غلط...... لیکن اب گزرا ہوا وقت واپس نہیں آسکتا تھا۔ وہ کتنی بدنصیب تھی، نیچے پارکنگ میں موجود سفید کرولا میں اس کی بیٹی موجود تھی اور وہ اسے بیٹی کہہ کر نہیں پکار سکتی تھی۔
''عنبرین......'' آپا نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔
''تین دن بعد تمہاری بیٹی کی شادی ہے۔ آج اسے پارلر جانا تھا۔ کچھ ابتدائی کام کروانے کے لیے اور مجھے یہاں سے کچھ سامان لینا تھا۔ میں چاہ رہی تھی کہ وہ بھی میرے ساتھ آجائے لیکن اس نے منع کر دیا کہ میں اپنی پسند...... بہت شرم و حیا والی ہے تمہاری بیٹی......''

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''میری بیٹی کی شادی ہو رہی ہے اسے پیلے اور گرین کپڑوں میں دیکھ کر مجھے لگا تھا کہ وہ مایوں کے کپڑوں میں ہے۔ کس سے ہو رہی ہے اس کی شادی' آپ کے بیٹے سے؟''

''نہیں، اس کا ہونے والا شوہر ڈاکٹر ہے۔ خود تمہاری بیٹی نے ایم ایس سی کیا ہے، بہت معزز اور ایجوکیٹڈ فیملی ہے۔ وہ بھی نہیں جانتے کہ چھوٹی تمہاری بیٹی کی سوتیلی ماں ہے، تم نہ صرف میری بیٹی کو ڈسٹرب کرو گی بلکہ اس کی شادی بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ لوگ بیٹیوں کو ہمیشہ ان کی ماؤں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ وہ ضرور سوچیں گے کہ جس کی ماں گھر نہ بسا سکی اس کی بیٹی کیا گھر بسائے گی۔ لیکن تم ہمیشہ کی خودغرض ہو...... تمہیں اپنی خواہشات کے سامنے بھی دوسروں کا احساس نہیں ہوا۔ وہ باہر گاڑی میں بیٹھی ہے...جا کر بتا دو کہ تم اس کی ماں ہو اور اس کے گھر کو بسنے سے پہلے ہی اجاڑ دو۔ لیکن اگر تمہارے دل میں بیٹی کی ذرا سی بھی محبت ہے تو اپنے دل کو سمجھا لو...... اولاد کی خوشی کے لیے قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔'' آپا اس پر ایک نظر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور وہ وہاں ہی بیٹھی انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔ پتا نہیں کتنی دیر گزر گئی جب وہ اٹھی تو اس کے پاؤں من، من بھر کے ہو رہے تھے۔ بہ مشکل وہ لفٹ تک پہنچی تھی جب وہ باہر نکلی تو غیر ارادی طور پر اس کی نظریں پارکنگ کی طرف اٹھی تھیں۔ وہ سفید کرولا وہاں نہیں تھی۔ وہ یوں ہی مرے، مرے قدموں سے روڈ تک آئی تھی اور ایک رکشے کو روک کر اس میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ بڑے گھر میں رہنا چاہتی تھی اور گاڑیوں میں سفر کرنا چاہتی تھی لیکن رکشوں میں دھکے کھاتی پھر رہی تھی اور ایک بیڈروم کے فلیٹ میں رہ رہی تھی جبکہ آپا نے تو کبھی کسی بڑے گھر کا اور گاڑی کا خواب نہیں دیکھا تھا، وہ اپنی زندگی سے مطمئن اور شاکر تھیں اور ان کے پاس گاڑی بھی تھی اور گھر بھی...... لیکن اس نے مزید کی ہوس کی تھی اور اپنا گھر برباد کیا تھا...... اپنی بیٹی کو چھوڑا تھا..نہیں بلکہ اس نے اس سے بھی برا کیا تھا...... اس نے ایک ہنستے بستے گھر کو اجاڑا تھا...... دو محبت کرنے والے میاں، بیوی کے درمیان جدائی ڈالی تھی...... ایمل اور مدثر کے درمیان اس نے شیطان کا کام کیا تھا اور اس نے تہمت لگائی تھی...... اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسے کام سے (تہمت سے) ایذا دیں جو انہوں نے نہ کیا ہو تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔''

اس کے لیے آخرت میں جو سزا تھی سو تھی لیکن وہ دنیا میں بھی محروم کر دی گئی تھی۔ اللہ نے اسے تہی داماں رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ ''اور کیا جو کچھ میں نے کیا ہے اس کی معافی مجھے مل سکتی ہے؟''

اس نے خود سے سوال کیا تھا اور پھر خود ہی جواب بھی دے دیا کہ ''شاید اللہ مجھے معاف نہیں کرے گا لیکن اگر ایمل اور مدثر مجھے معاف کر دیں لیکن کیا وہ مجھے معاف کر دیں گے۔ نہیں...... میرا جرم ایسا نہیں ہے کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔'' مایوسی درتہ اس کے اندر اترنے لگی...... ''ہو سکتا ہے وہ مجھے معاف نہ کریں لیکن کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے، کیا خبر اللہ ان کے دلوں میں میرے لیے نرمی ڈال دے۔ اور اگر وہ مجھے معاف نہ کر سکے تب بھی ایمل حقیقت جان لے گی۔ اسے اعتبارِ وفا تو مل جائے گا...... مجھے ہر صورت ایمل سے بات کرنی ہے لیکن اس سے رابطہ کیسے ہو' بابر نے فون نمبر ڈیلیٹ کر دیا تھا اور مدثر پتا نہیں کہاں ہے۔ اور مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کس کالج میں پڑھاتا تھا۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ایمل کی ممی...... مجھے ان کے پاس جانا چاہیے...... اور ان سے ایمل کا نمبر لینا چاہیے۔'' ایمل کے گھر کا ایڈریس اسے آج بھی یاد تھا۔

گارڈن ٹاؤن میں کسی نواب کی کوٹھی کے ساتھ ہی ان کا گھر تھا...... ''حامد ولا......'' اس نے اس نواب کا نام یاد کرنے کی کوشش کی لیکن یاد نہ آ سکا...... خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... وہ اس کا گھر ڈھونڈ ہی لے گی اور اگر ممی نے ایمل کا نمبر نہ دیا تو وہ انہیں ساری بات بتا دے گی۔ اور یہ کتنا مشکل ہے' اپنے گناہ کا اعتراف کر کے معافی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مانگنا...... لیکن اسے یہ مشکل کام کرنا تھا اپنی بیٹی کی خاطر کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے گناہ کی سزا اس کی بیٹی کو ملے۔

وہ یکا یک بے حد مضطرب اور بے چین ہو گئی تھی اور پتا نہیں ایمل کی ممی اب بھی وہاں ہی رہتی ہیں اسی گھر میں یا کہیں اور کسی دوسرے گھر میں...... لیکن نہیں وہ بھلا کسی دوسرے گھر میں کیوں جائیں گی وہ تو ان کا اپنا گھر تھا۔ اتنا بڑا اور خوب صورت۔'' اور اس نے بھی تو ایسے ہی گھر کی چاہ میں اپنا آشیانہ اجاڑا تھا۔ یکا یک جیسے اس کے دل پر کوئی بوجھ سا آ گرا تھا۔ سانس رکنے ہی لگی تھی اس نے اٹھ کر کھڑکی کا شیشہ ہٹایا اور گرل سے چہرہ لگا کر لمبی، لمبی سانس لی ٹھنڈی خوشگوار ہوا چہرے سے ٹکرائی تو اسے سکون سا ملا وہ وہاں ہی کھڑی ہو کر یونہی گرل سے چہرہ چپکائے باہر دیکھنے لگی۔ نیچے احاطے میں اندھیرا تھا۔ شاید احاطے کی لائٹ فیوز ہو گئی تھی اور کسی فلیٹ والے کو خیال نہیں آتا تھا کہ وہ لائٹ لگوا دے...... اسٹریٹ لائٹ کی مدھم سی روشنی احاطے میں پڑ رہی تھی...... جس میں اس نے ایک دو گاڑیاں احاطے میں کھڑی دیکھیں...... اس بلڈنگ کے رہنے والے سب اسی کمپاؤنڈ میں اپنی گاڑیاں وغیرہ کھڑی کرتے تھے۔ کبھی، کبھی روڈ پر سے گزرنے والی گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس پڑتی تو سارا کمپاؤنڈ روشن ہو جاتا تھا۔ باہر روڈ پر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی وہ یونہی ناک گرل سے ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی کہ بابر کو بیگ اٹھائے اندر آتے دیکھ کر چونکی...... ''بابر اس وقت کہاں سے آ رہا ہے...... کیا کراچی سے لیکن اس نے آنے سے پہلے بتایا تک نہیں......'' رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے ابھی تک کمرے کی لائٹ نہیں جلائی تھی تاہم اسٹریٹ لائٹ کی روشنی کھلی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔ کھڑکی بند کرتے ہوئے اس نے لائٹ جلائی اور پھر بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ مین ڈور کا لاک کھلنے کی آواز آئی اور پھر لابی میں بابر کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور پھر وہ دروازے کو ہلکا سا پش کرتا ہوا اندر آیا۔ لیکن وہ یونہی بیٹھی رہی۔

''ہیلو سویٹی کیسا رہا سرپرائز......؟'' بابر نے بیگ سینٹر ٹیبل پر رکھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے چونکا۔

''کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''ہاں۔'' اس کے لبوں پر افسردہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''نہیں، تم ٹھیک نہیں لگ رہیں۔'' وہ بغور اسے دیکھتا ہوا اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اپنی بات دُہرائی۔

''نہیں، تم ٹھیک نہیں ہو...... کیا رو رہی تھیں۔''

عنبرین خاموش رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں یک دم نم ہوئی تھیں۔

''اِدھر میری طرف دیکھو رینو۔'' اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر اپنی طرف کیا۔ ''تم رو رہی تھیں...... کیا ہوا ہے؟''

''کچھ نہیں......'' عنبرین نے ہاتھوں کی پشت سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

''یونہی دل گھبرا رہا تھا، کبھی، کبھی ہو جاتی ہے گھبراہٹ، تم پریشان مت ہو۔'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''سوری...... عنبرین، میں تمہارا دکھ سمجھتا ہوں۔'' بابر کا لہجہ بے حد نرم تھا۔

''لیکن اب بہت جلد تمہاری یہ تنہائی ختم ہو جائے گی۔ بس تھوڑا سا انتظار اور پھر میں تمہیں اپنی فیملی سے ملواؤں گا۔ ایمل کو بتا کر تمہیں ساتھ لے جاؤں گا اور ہم سب اکٹھے رہیں گے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نے بابر کی بات پر کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا تھا...... وہ ایسی باتیں کرتا رہتا تھا۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' بابر نے ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھایا۔

''کچن میں جا رہی ہوں، کھانا کھاؤ گے یا کھا کر آئے ہو؟''

''کھا کر نہیں آیا...... سیدھا ائر پورٹ سے تمہارے پاس آ رہا ہوں اور راستے میں تمہارے پسندیدہ پزا کا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آرڈر بھی دے آیا تھا...... ابھی کچھ دیر میں آجائے گا۔ میں جانتا ہوں عنبرین تمہارے ساتھ کیے ہوئے کچھ وعدے میں پورے نہیں کرسکا۔ پر اس اس بار تمہیں تمہاری بیٹی سے ملانے لے جاؤں گا...... تم چاہو تو اسے کچھ دنوں کے لیے گھر بھی لا سکتی ہو۔''

عنبرین کے اندر بہت سارے آنسو گرتے تھے۔ وہ اسے بتا نہیں سکی کہ اس نے آج اپنی بیٹی کو دیکھا تھا اور یہ کہ اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے اسے اب اس سے نہیں ملنا۔

''تم آج ہمیشہ سے زیادہ اداس ہو عنبرین اور تمہاری اداسی مجھے تکلیف دے رہی ہے۔'' اس نے اسے اپنے ساتھ لگالیا اور ہولے، ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

''پتا ہے عنبرین، میں نے سوچا ہے کہ ہم ورلڈ ٹور پر جائیں گے۔ ایک دو معاملات ہیں، وہ سلجھ جائیں۔ تم اور میں خوب انجوائے کریں گے...... ایک بار میں ایمل کے ساتھ گیا تھا لیکن بور ہوتا رہا۔ دھیان تمہاری طرف ہی رہتا تھا کہ کاش ایمل کے بجائے تم ساتھ ہوتیں تو اب وقت آگیا ہے کہ میں اپنی خواہش پوری کروں۔''

آج بہت دنوں بعد وہ اس پر بہت مہربان ہو رہا تھا اور وہ اس کی محبتوں میں بھیگی جا رہی تھی۔ وہ ایمل سے محبت نہیں کرسکا تھا لیکن عنبرین کے لیے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتا تھا۔ یہ لگاؤ تھا یا محبت لیکن کچھ تھا...... ایمل نے اسے ٹھکرایا تھا اور عنبرین کی مدد سے اس نے ایمل کو حاصل کیا تھا یوں اپنی نیچر کے حساب سے اپنے دل میں وہ عنبرین کو ایمل پر فوقیت دیتا تھا۔ اگرچہ کبھی، کبھی اسے اس پر غصہ بھی آتا تھا کہ وہ زبردستی مسلط ہوئی تھی اس پر......

''صبح مجھے ممی کی طرف جانا ہے۔''

وہ اسے اپنا پروگرام بتا رہا تھا جبکہ عنبرین کے ذہن میں کچھ اور ہی کھچڑی پک رہی تھی۔ اسے بھی ممی سے ملنا تھا اور اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا تھا۔

''کیا ممی اسی پرانے گھر میں رہتی ہیں؟'' اس نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا تھا۔

''ہاں انہیں اور کہاں جانا ہے۔'' بابر نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر جواب دیا۔ ''لیکن میں جلدی آجاؤں گا اور لنچ ہم اکٹھے کریں گے اور پھر تمہیں شاپنگ کے لیے لے چلوں گا۔ کتنے سارے دن ہوگئے ہیں تمہیں شاپنگ نہیں کروائی اور ہاں میرے جانے کے بعد تم ایک چکر پارلر کا بھی لگالینا...... دیکھو ناں تمہاری جلد کتنی رف ہو رہی ہے۔''

اس نے ایک انگلی سے اس کے رخسار کو چھوا تو وہ چونکی اور سر اٹھا کر بابر کی طرف دیکھا۔ وہ بہت محبت اور وارفتگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ پگھلنے لگی اس کا ارادہ کمزور پڑنے لگا۔ ''اگر میں ایمل کے سامنے اعتراف کرلوں' اسے سب کچھ بتادوں تو کیا ہوگا...... ایمل کو اب کیا فرق پڑے گا...... وہ شادی کرکے ایک خوشگوار زندگی گزار رہی ہے۔ شاید مدثر بھی خوشگوار زندگی گزار رہا ہو...... تو کسی کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ ہاں میں...... مجھ سے بابر چھن جائے گا...... میں اس کے التفات سے محروم ہو جاؤں گی...... اور میرا کہاں ٹھکانا ہے...... کہیں بھی نہیں سوائے بابر کے اب کوئی بھی تو اپنا نہیں ہے لیکن میں نے گناہ کیا تھا اور گناہ کی معافی نہیں ملے گی۔'' بابر ایک بار پھر اپنا پروگرام بتانے لگا تھا۔

''ہم پہلے فرانس جائیں گے پھر......'' اور وہ پگھل رہی تھی موم ہو رہی تھی بالآخر اس کے اندر کی کمزور عورت نے ہتھیار ڈال دیے۔

''ٹھیک ہے، مجھے بھی سب کچھ بھول جانا چاہیے جو ہوا سو ہوا اب دبی ہوئی راکھ کریدنے سے فائدہ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ میری غلطی کی سزا میری بیٹی کو دے۔'' اس نے مطمئن ہوکر بابر کی طرف دیکھا اور پورے دل سے مسکرائی...... تب ہی ڈور بیل ہوئی اور بابر اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔

''کھانا آگیا ہوگا۔'' بابر باہر چلا گیا تو وہ اٹھ کر ٹیبل لگانے لگی۔ آج وہ بہت غمزدہ تھی۔ اور آج ہی بابر جیسے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے ہر زخم پر پھاہے رکھ رہا تھا۔
اس کا التفات، اس کی محبت...... اور اس کی نرمی اس کا وارفتہ نظروں سے اسے تکنا، وہ پچھتاوے جو صبح سے اسے اذیت دے رہے تھے رُلا رہے تھے جانے کہاں چلے گئے تھے، وہ بہت سارے دنوں بعد بہت پرسکون نیند سوئی تھی اس لیے صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر دیکھا بابر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ سامنے صوفے پر گیلا تولیا پڑا تھا وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہی۔ وہ ایک شاندار مرد تھا اسے ایمل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... وہ اسے چاہتا تھا، ایمل سے شادی اس کی مجبوری تھی...... وہ صرف اس کا تھا...... دل و جان سے...... اس نے آج رات ان سب باتوں کو دُہرایا تھا۔ اور آدمی کو سب کچھ نہیں ملتا تو اسے بھی۔ کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ لیکن اس شاندار مرد کا ساتھ ملا تھا۔ اسے تو اس کی رفاقت پر شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی عین اسی لمحے اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''تم جاگ گئیں؟'' ہاں وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کیا تمہیں ابھی جانا ہے؟''

''ہاں......'' اس نے پرفیوم اٹھا کر خود پر اسپرے کیا۔

''تو مجھے جگا دیتے، میں ناشتا بنا دیتی۔''

''تم اتنی پُرسکون نیند سو رہی تھیں کہ میرا جی ہی نہیں چاہا تمہیں اٹھانے کو...... اور ناشتا میں باہر سے لے کر آرہا ہوں تم فریش ہو کر اچھی سی چائے بنا لو۔''

بابر نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرفیوم واپس رکھا اور باہر نکل گیا۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آگئی۔ چائے کا پانی رکھنے کے بعد اس نے ٹیبل پر برتن لگائے اور پھر کچن میں آکر سنک میں پڑے برتن دھونے لگی۔ برتن دھو کر اس نے رکھے ہی تھے کہ اس نے بابر کے دروازہ کھولنے کی آواز سنی۔ پھر بابر لاؤنج میں داخل ہوا اور کچن میں آکر دو شاپرز اسے پکڑائے۔

''پوریاں، چنے اور نان ہیں...... نکال کے لے آؤ۔''

اس نے شاپر اس کے ہاتھ سے لے لیے...... جب ہی بابر کا موبائل بجنے لگا...... بابر موبائل آن کرتا ہوا لاؤنج میں چلا گیا تو اس نے جلدی، جلدی چنے باؤل میں ڈالے، چائے کو دم دیا اور ہاٹ پاٹ میں نان اور پوری رکھیں اور ٹیبل پر رکھنے کے بعد بابر کو بلانے کے لیے بیڈروم کی طرف بڑھی کیونکہ بات کرتے کرتے بابر بیڈروم میں چلا گیا تھا۔ اس نے بیڈروم کے دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اندر سے بابر کی آواز آئی...... وہ ابھی تک بات کر رہا تھا۔

''بس یار جو غلطی ہوئی تھی اس کا ازالہ تو کرنا ہے۔''

''لڑکی ہی پہنچائی ہے...... مجھے تو ادھار چکانا ہے لیکن تم چاہو تو دام کھرے کر لینا'' اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

''ویسے کچھ پتا چلا کہ کب تک ہے یہاں...... ملوا دو اسے روکو......''

''ارے کیوں نہیں رکے گی...... لڑکی کا سن کر تو منہ میں پانی بھر آئے گا...... دراصل میں چاہتا ہوں کہ کام یہاں ہو......''

اس کی آواز مدھم ہو گئی تھی عنبرین الجھ سی گئی تھی...... لڑکی...... دام...... کیا مطلب اس نے دروازے کی ناب سے ہاتھ ہٹایا اور آواز دی۔

''بابر آجاؤ ناشتا ٹھنڈا ہو جائے گا'' اور پھر یوں ہی الجھی، الجھی سی آکر ٹیبل پر بیٹھ گئی...... کچھ دیر بعد بابر بھی آگیا۔ ناشتے کے دوران بابر نے ہلکی پھلکی بات کی۔ دو تین بار اس نے سوچا کہ وہ بابر سے پوچھے کہ کس کا فون تھا اور تم کیا بات کر رہے تھے لیکن پھر یہ سوچ کر چپ ہو گئی کہ کہیں بابر کو میرا سوال کرنا اچھا نہ لگے اور اس کا موڈ خراب

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو جائے...... کتنے عرصے بعد تو وہ اس طرح خوشگوار موڈ میں تھا اور اس کے رویے میں اتنی وارفتگی اور والہانہ پن تھا۔ ناشتا کرتے ہی بابر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اوکے ڈیئر!'' اس نے دو انگلیوں سے اس کا رخسار چھوا...... ''لنچ پر ملاقات ہوتی ہے...... لنچ تمہارے ہاتھ کا اور ڈنر کے لیے باہر جائیں گے۔''

وہ مسکرا دی...... بابر کے اس التفات نے اسے اندر تک موم کر دیا تھا۔ وہ سب کچھ بھول کر گنگناتے ہوئے ٹیبل سمیٹنے لگی اور بابر اس سے رخصت ہو کر سیدھا ممی کے پاس گیا تھا۔

اس نے جو کچھ عنبرین سے کہا تھا غلط نہ تھا، وہ واقعی عنبرین کے ساتھ کہیں باہر جانے کا پروگرام بنا رہا تھا اور اس کے لیے اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔ سو وہ کچھ ہی دیر بعد ممی کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ کچھ خاموش اور سنجیدہ تھیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح والہانہ انداز میں نہیں ملی تھیں بلکہ ان کا رویہ اچھا خاصا روکھا روکھا سا تھا۔ حالانکہ ممی کو اس سے بہت محبت تھی اور وہ اکثر اسے کرنل حامد کو بتائے بغیر بھی رقم وغیرہ دیتی رہتی تھیں۔ کرنل حامد کی وفات سے چند دن پہلے ہی انہوں نے اسے بی ایم ڈبلیو خریدنے کے لیے پیسے دیے تھے...... سو ان کے اس انداز پر وہ ذرا سا حیران ہوا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ممی......؟''

''ٹھیک ہوں، تم کب آئے؟'' انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

''رات کو ہی آیا ہوں، ایک نیا بزنس اسٹارٹ کر رہا ہوں اسی سلسلے میں رات دیر سے آیا تھا اس لیے عامر کی طرف چلا گیا تھا۔''

''اچھا۔'' ان کا اچھا خاصا معنی خیز تھا۔

''عامر سے کب صلح ہوئی تمہاری؟''

اس نے سٹپٹا کر اُن کی طرف دیکھا۔

''دو تین دن پہلے آپا آئی ہوئی تھیں، عامر کی طرف میں ملنے گئی تھی اُدھر تو عامر نے بتایا کہ کئی سالوں سے اس کی تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ شاید تم اس سے کچھ ناراض تھے اس لیے اتنے سالوں میں عامر نے بھی کبھی اِدھر کا چکر نہیں لگایا۔'' ان کا لہجہ نارمل تھا۔

اس نے دل ہی دل میں خود کو کوسا کیا ضرورت تھی عامر کا نام لینے کی ہوٹل کا بھی کہہ سکتا تھا۔

''دیر ہو گئی تھی سوچا بھائی ہے میرا کیا ناراضی سو چلا گیا کہ ضرورت کے وقت آدمی اپنوں کی طرف ہی دیکھتا ہے۔'' اس نے بات بنائی اور ممی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑا تھا۔

''دراصل مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ عامر کا کام بہت اچھا ہے۔ سوچا اس سے کچھ رقم ادھار مانگوں گا لیکن اس نے تو صاف انکار کر دیا۔''

''آخر ایسی کیا ضرورت آ پڑی ہے۔'' ممی نے پوچھا۔

''بتایا تو ہے آپ کو کہ ایک نیا بزنس شروع کر رہا ہوں پارٹنر شپ میں...... کچھ رقم کم ہے۔'' بات مکمل کر کے اس نے ممی کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھی تھیں لمحہ بھر اس کے چہرے کا جائزہ لینے کے بعد اس نے بات آگے بڑھائی۔

''ممی آپ مجھے کچھ رقم دے سکتی ہیں، مجھے ایک کروڑ کی فوری ضرورت ہے۔''

''ابھی چند ماہ پہلے ہی تو تم نے ایمل کے اکاؤنٹ سے اچھی خاصی رقم نکلوائی ہے۔''

''تو محترمہ نے اطلاع دے دی ممی کو؟'' اس نے دانت پیسے۔

''مجھے ایمل نے نہیں بتایا۔'' ممی اس کی سوچ کا اندازہ لگا سکتی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''وہ تو ایمل نے اسٹیٹمنٹ منگوائی تھی اپنے اکاؤنٹ کی تو میں نے دیکھ لی اور پوچھا کہ اتنی رقم کس مقصد کے لیے نکلوائی ہے اس نے جبکہ اس کے ڈیڈی نے تاکید کی تھی کہ کسی مشکل وقت کے لیے سنبھال کر رکھنا۔''

''اس سے زیادہ مشکل وقت اور کیا ہوگا ممی......'' وہ جھنجلایا۔ ''میرا بزنس تباہ ہو چکا ہے مجھے نیا بزنس شروع کرنا ہے۔''

''کیا ضرورت ہے مزید پاؤں پھیلانے کی' اچھا خاصا تمہارا بزنس ہے اسی پر توجہ دو۔''

''مجھے لیکچر مت دیں ممی...... اگر آپ روپے نہیں دے سکتیں تو صاف منع کر دیں صرف نام کا بیٹا بنایا تھا آپ نے سمجھا کبھی نہیں۔'' ہمیشہ سے ہی اس کی برداشت کم تھی حالانکہ ناصر نوید اسے ہمیشہ سمجھایا کرتے تھے کہ برداشت سے کام لیا کرو۔

''ایسا نہیں ہے بیٹا......'' ممی کا لہجہ نرم ہوا تھا۔ انہوں نے بابر کو بیٹا ہی سمجھا تھا ہمیشہ......

''ایسا نہیں ہے ممی۔'' وہ طنزیہ ہنسا۔ ''تب ہی ڈیڈی نے مجھے میرے حق سے محروم کر دیا۔''

''شرعاً تم ان کے وارث نہیں تھے۔ جس حد تک وہ وصیت کرنے اور تمہیں دینے کا حق رکھتے تھے وہ انہوں نے تمہیں دیا۔''

''کیا دیا ہے انہوں نے؟'' وہ تلخ ہوا۔

''کراچی والا چار کروڑ کا گھر تمہارے نام ہے۔ پانچ' چھ کروڑ سے انہوں نے تمہیں بزنس اسٹارٹ کر کے دیا، وہ بھی تمہارا ہی ہے......اور......''

''بس کریں ممی......'' اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کچھ کہنے سے روکا۔ ''آپ بتائیں کہ آپ مجھے ادھار دے سکتی ہیں یا نہیں؟''

''سوری بیٹا، میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے...... اپنے باپ سے اپنا حصہ مانگو جس پر شرعاً تمہارا حق ہے۔ سیکڑوں ایکڑ اراضی ابھی باقی ہے ابھی تک جو تمہارے باپ کے شوق کی نذر نہیں چڑھی۔''

''میرے باپ نے وہ اراضی باقی بہن بھائیوں میں تقسیم کر دی...... کیونکہ ان کا خیال تھا کہ میں کرنل حامد کا وارث ہوں اور مجھے ان کی چند ایکڑ اراضی کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''تمہاری بیوی اور تمہارے بچوں کا جو کچھ ہے وہ بھی تو تمہارا ہی ہے بابر......'' ممی نے بدستور نرمی سے کہا۔

''مجھے بہلائیں مت ممی، ڈیڈی نے تو ارتفاع کے نام الگ سے جائداد کی اور میں...... مجھے وہ اپنا بیٹا کہتے تھے، مجھے فارغ کر دیا بالکل......'' جب بات چل ہی پڑی تھی تو اس نے بھی سب کچھ صاف، صاف کہنے کا ارادہ کر لیا۔

''ارتفاع کے متعلق تمہارے ڈیڈی کو کچھ تحفظات تھے اس لیے۔''

''کیا تحفظات تھے؟'' اس کی آواز قدرے بلند ہوئی۔

''کیا میں نے اسے کبھی افنان سے کم سمجھا۔ افنان سے زیادہ محبت کی...... کبھی سوتیلی بیٹی نہیں سمجھا لیکن ڈیڈی نے اپنے اس عمل سے جتایا ہے مجھے کہ وہ میری بیٹی نہیں ہے۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔

''بیٹا بیٹھو، تحمل سے میری بات سنو تمہارے ڈیڈی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی ہے بس......''

انہوں نے اسے کچھ بتانا چاہا لیکن وہ ان کی بات سننے کے لیے رکا نہیں تھا۔ تیزی سے لاؤنج سے باہر نکلتا چلا گیا...... ناصر نوید نے کہا تھا کہ جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں اور اسے اب انگلیاں ٹیڑھی کرنا تھیں۔

(جاری ہے)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY